Scanned with CamScanner

اُردو قواعد و اِملا کے بنیادی اُصول

(خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب

نقش گر * راولپنڈی

یہ کتاب اردو زبان کے اساتذہ، طلبہ اور قارئین کے لیے یکساں مفید ہے،
جس میں اردو قواعد و املا کے اصول و ضوابط آسان اور تحقیقی انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

کتاب: اُردو قواعد و املا کے بنیادی اصول

تحقیق و ترتیب: ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب

تیسری اشاعت: جولائی/2013ء

تعداد: پانچ سو

قیمت: 250روپے

اہتمام اشاعت: شہزاد ریاست

رابطہ مصنف: I/H-265، اکرام سٹریٹ، ٹینچ بھاٹا،
راولپنڈی، پاکستان
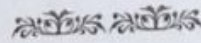
پرنٹ لائن ✵ راولپنڈی

فون: 0321-5257522

printlien80@yahoo.com

فہرست عنوانات

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

پیش لفظ

اس کتاب میں اردو قواعد اور املا کے ایسے بنیادی اصولوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جن کا تعلق زبان سے ہے۔ ان اصولوں کے بارے میں عام قواعد کی درسی کتب میں بہت کم ملتا ہے اس لیے ایک طالب علم زبان کے ساختیاتی پہلوؤں اور ضوابط سے عموماً نابلد ہی رہتا ہے۔ اسی طرح ابتدائی اور ثانوی جماعتوں کو پڑھانے والے اساتذہ بھی زبان کی باریکیوں سے ناآشنا رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلطیاں آہستہ آہستہ پھیلتی چلی جاتی ہیں اور طلبہ کے ذہنوں میں راسخ ہوتی چلی جاتی ہیں اور پھر غلط زبان چل نکلتی ہے جس کی اصلاح کی صورت باقی نہیں رہتی۔

قواعد کے جن اصولوں کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے ان کا جاننا ہر طالب علم کے لیے از حد ضروری ہے کیونکہ انہیں جانے بغیر صحیح اُردو لکھنا اور بولنا ممکن نہیں۔ یہ اصول وضوابط ہی ہیں جو کسی زبان کی بنیاد فراہم کرتے ہیں لہٰذا جہاں ایک طالب علم کے لیے یہ اہمیت کے حامل ہیں وہاں ایک استاد کو بھی یہ گراں قدر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ہر معاشرے میں استاد ہی علم کی ترسیل کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں زبان کے اصولوں کا جاننا ایک استاد کے لیے اور بھی اہم ہے۔

اس کتاب میں حتی الامکان قواعد کی ثقیل اصطلاحات سے بچتے ہوئے زبان کی ساخت کے اصولوں کو جامع مگر آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ایک عام قاری انھیں سمجھنے میں دقت محسوس نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی جہاں ضروری خیال کیا ہے وہاں متعدد مثالوں اور مستند حوالوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں کچھ ضروری اضافہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب

دیباچہ

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ صاحبِ علم ہیں۔ اُردو زبان کے مزاج دان ہیں۔ اِس کی قواعد سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ اس کے لطیف نکات اور باریکیوں پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے اُردو زبان سیکھنے اور سکھانے کے لیے کم و بیش ان سارے پہلوؤں کو سمیٹ کر یکجا مرتب کر دیا ہے جن سے اساتذہ و طلبہ کو دورانِ تدریس یا دورانِ تحصیل واسطہ پڑتا ہے اسی لیے یہ کتاب ہر اس شخص کی ضرورت ہے جو صحیح و معیاری اُردو سیکھنا اور لکھنا چاہتا ہے۔

ڈاکٹر آفتاب ثاقب نے ایک باب میں، اُردو حروفِ تہجی کے تعلق سے، ایک اچھے فاضل استاد کی طرح، بغیر کسی ابہام کے، وہ ساری بنیادی باتیں بیان کر دی ہیں، جن کا جاننا ضروری ہے۔ یہ باب توجہ سے پڑھ کر طالب علم نہ صرف حروفِ تہجی سے متعارف ہو جاتا ہے بلکہ انہیں ملا کر لفظ بنانے کے عمل سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ ایک باب میں اُردو ''اعراب و حرکات'' ایک باب میں ''تشدید'' ایک باب میں ''نون غنہ'' اور ''ب'' ایک باب میں ''کر۔ کے۔ کر کے'' اور ''سا۔ سی۔ سے۔ بھر۔ تو اور نا'' کا استعمال مثالوں کے ذریعے دلنشین انداز میں سمجھایا ہے۔ تین ابواب میں ''اردو مصادر'' افعال کا ماضی میں بدلنا'' اور'' ''افعال کی مطابقت'' اور، دو الگ الگ ابواب میں ''ہمزہ (ء) معاون افعال، فعل متعدی اور عطف'' کا استعمال دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح ''کو۔ نے اور امالہ'' کے استعمال کو، شعور کے ساتھ سمجھایا ہے۔ ایک باب میں ''واحد جمع'' کا مسئلہ اُٹھایا ہے اور الگ الگ ابواب میں ''مذکر و مؤنث''، اردو گنتی، اضافت و ترکیب، روزمرہ اور محاورہ'' بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے۔ آخر میں عام استعمال کے ایسے الفاظ کی، غلط اور درست تلفظ کے ساتھ، فہرست دی ہے جس سے طلبہ، اساتذہ اور عام شائقین زبان استفادہ کر سکتے ہیں۔

اِس کتاب کے مطالعے سے ایک طرف طالب علم اُردو زبان کے بنیادی مسائل سے واقف ہو کر صحیح اُردو لکھنے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے اور ساتھ ہی قواعد زبان کے ان اہم و ضروری نکات سے بھی متعارف ہو جاتا ہے جن کو جانے اور سمجھے بغیر اُردو زبان پر قدرت حاصل نہیں ہو

سکتی۔ اس اعتبار سے بھی یہ ایک مفید کتاب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُردو سیکھنے اور سکھانے کے لیے تواتر کے ساتھ، ایسی کتابیں مختلف زاویوں سے، لکھی جائیں تا کہ طلبہ و اساتذہ کی تعلیمی و تدریسی ضروریات صحیح معنی میں پوری ہو سکیں۔ میں اس کتاب کی تالیف پر ڈاکٹر آفتاب ثاقب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

میری نظر میں

اردو قواعد اور املا کے مسئلے کی سنگینی و گہرائی سمجھنے والے جانتے ہیں کہ ایسے مسائل پر ہر دور میں قلم حرکت میں رہنا چاہیے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری ''اردو املا میں آج جس قسم کا مزاج اور انتشار کام کر رہا ہے وہ اردو کے حق میں مہلک ہے اور ہمدردان اردو کی خصوصی توجہ چاہتا ہے''۔

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب صاحب لائق تبریک ہیں کہ انہوں نے اس اہم مسئلہ پر اپنے طور پر غور و خوض کر کے اپنے نتائج فکر کو زیرِ نظر کتاب میں اردو دان طبقے کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ ایک استاد ہونے کے ناتے ڈاکٹر صاحب نے معلمانہ انداز میں مثالوں کے ساتھ اور جہاں ضروری خیال کیا بطور محقق مستند حوالوں کے ساتھ قواعد و املا کے اصولوں کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کی سعی کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں بات سمجھانے کا سلیس اسلوب برتا گیا ہے اور اس کی منفرد خوبی یہ ہے کہ اس میں اردو قواعد اور املا کے مباحث کو یکجا پیش کیا گیا ہے۔ اردو املا و رسم الخط سے متعلق کسی کتاب میں شاید ہی ان دونوں کو ایک ساتھ پیش کرنے کی ضرورت کسی مصنف نے محسوس کی ہو۔ اس اعتبار سے اسے نہایت عمدہ اور کارآمد کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر نثار احمد قریشی

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

تاثرات

میں محترم ڈاکٹر آفتاب ثاقب کا اس وقت سے قدر دان ہوں جب وہ مرزا محمد منور صاحب کی رہنمائی میں اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے تھے۔ ان دنوں میں ڈاکٹر صاحب کے علمی و تحقیقی شغف سے بھی متاثر ہوا اور ان کی ذاتی شرافت و دیانت سے بھی۔ لیکن مجھے ڈاکٹر صاحب موصوف سے یہ توقع ہر گز نہیں تھی کہ وہ املا و قواعد ایسے خشک موضوع پر بھی صفحوں کے صفحے لکھ ڈالیں گے اور وہ بھی حد درجہ معیاری اور وقیع۔ لیکن قصہ شاید یہ ہے کہ آفتاب صاحب ایک بہت اچھے استاد بھی ہیں۔ خاص طور پر اس نقطۂ نظر سے کہ وہ جس ادارے میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں وہاں غیر ملکی طلبہ و طالبات پڑھتے ہیں جو اپنے ماں باپ، یا ماحول سے اُردو نہیں سیکھتے بلکہ اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں جبکہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اکثر اوقات سکولوں کالجوں بلکہ یونیورسٹیوں تک کے بیشتر اساتذہ محض ادب پڑھانے کے باعث زبان اور اس کی قواعد سے بے پروا اور نابلد ہیں۔

ایسے میں غیر ملکی طلبہ و طالبات کے لیے صرف کتابیں اور زبان کے ماہر اساتذہ ہی رہ جاتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اردو املا اور قواعد کے سلسلے میں انشاءاللہ خاں انشاء سے لے کر اب تک معیاری کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں اور جو لکھی گئی ہیں وہ بھی زیادہ تر نایاب و کمیاب ہیں۔ اس بناء پر ایک اچھے استاد کی طرح ثاقب صاحب کو اس موضوع پر توجہ کرنا پڑی لیکن ڈاکٹر موصوف کی یہ تالیف صرف غیر ملکی طلبہ و طالبات ہی کی تعلیمی و تدریسی ضروریات پوری نہیں کرے گی بلکہ اسے ملک کے اُردو خواں اور اُردو داں حلقوں میں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

اس موضوع پر لکھی گئی دوسری کتابوں کے مقابلے میں ڈاکٹر صاحب کی اس تالیف کا اختصاص یہ ہے کہ دیگر کتب میں بہت سی باتیں مقدمات مشہورہ سمجھ کر چھوڑ دی جاتی ہیں اور یہ تصوّر کر لیا جاتا ہے کہ قاری انھیں از خود سمجھ لے گا لیکن آفتاب صاحب نے یہ روش اختیار کرنے

کے بجائے معمولی سے معمولی امر پر بھی توجہ کی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس کتاب کے ذریعے اُردو زبان کے کئی ایک ایسے اصول وضوابط بھی سامنے آئے ہیں جن پر پہلے کسی نے غور وخوض ہی نہیں کیا تھا۔

ڈاکٹر شفیق احمد
شعبہ اُردو و اقبالیات
یونیورسٹی، بہاولپور

اُردو حروفِ تہجّی

اُردو حروفِ تہجی ترتیب کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن /ں و ہ ء ی ے (ہائیہ حروف شامل نہیں)

2۔ ب، پ، ت، ٹ، ث، ن، ی۔ حروف اگر کسی لفظ کے شروع میں آ جائیں تو ان کی ابتدائی شکل چار طرح لکھی جاتی ہے۔

الف۔ کھڑی شکل جیسے: ﺑ ﭘ ﺗ ﭨ ﺛ ﻧ ﯾ

کھڑی شکل مندرجہ ذیل حروف سے پہلے آتی ہے:

س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، و

جیسے بس۔ بش۔ نص۔ بط۔ بع۔ تف۔ بو۔ وغیرہ

(i) اگر لفظ دوحرفی ہو اور ہ، پر ختم ہو لیکن ہ، کھل کر آواز نہ دیتی ہو تو ابتدا میں آنے والے حرف پ، ی اور ن کھڑی شکل میں لکھے جائیں گے۔ جیسے۔ پہ، نہ، یہ

ب۔ قوسی شکل: اگر لفظ دوحرفی ہو اور ی، پر ختم ہو تب ان حروف کی قوسی شکل ہو جاتی ہے

جیسے: ﺑ ﭘ ﺗ ﻧ وغیرہ یعنی پی۔ تی۔ نی۔ وغیرہ

ج۔ ترچھی شکل: جیسے: ﺑ ﭘ ﭨ ﺛ ﺗ ﻧ ﯾ

ترچھی شکل میں یہ حروف مندرجہ ذیل حروف سے پہلے آتے ہیں۔

ج، چ، خ، م، ہ (اگر 'ہ' کی آواز کھل کر نکل رہی ہو)

جیسے بج، بچ، بحر، تم، ٹم ٹم، بہیں، نہا، وغیرہ

د۔ مختصر شکل: ﺑ ﭘ ﺗ ﭨ ﺛ ﻧ ﯾ

مختصر شکل میں یہ حروف مندرجہ ذیل حروف سے پہلے آتے ہیں۔

ب، پ، ت، ٹ، ث، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، ک، گ، ل، ن

مثلاً تب ۔ٹب ۔ بٹ ،بد ۔بڑ ۔تر ۔ یک ۔ پل وغیرہ

اگری یا ے لفظ کے درمیان ہوتو ''ی اور ے'' بھی مختصر شکل میں لکھی جاتی ہیں ۔مثلاً تین ۔ بین ۔وغیرہ ۔

3۔ اردو میں ء، ڑ ،(نون غنہ) ں ،اور ھ، سے کوئی لفظ شروع نہیں ہوتا ۔آ ج کل جو الفاظ ''ھ'' سے لکھے جار ہے ہیں مثلاً ھمدرد ۔ھمارا۔ ھجوم ۔ ھے ۔ ھیں ،غلط ہیں ۔

4۔ آ ،ا ،د ،ڈ ،ذ ،ڑ ،ژ ،ط ،ظ ،و ۔جب کسی لفظ سے پہلے آ ئیں تو ان کی ابتدائی شکل تبدیل نہیں ہوتی ۔ط ،ظ ،کے علاوہ یہ حروف اپنے اگلے حرف سے ملا کر نہیں لکھے جاتے ۔

5۔ اردو کے باقی حروف کی ابتدائی شکل مندرجہ ذیل ہے:

حروف	ابتدائی شکل
ج	جـ
چ	چـ
ح	حـ
خ	خـ
س	سـ
ش	شـ
ص	صـ
ض	ضـ
ع	عـ
غ	غـ
ف	فـ
ق	قـ
ک	کـ
گ	گـ

ک	کـ	ک، گ، کے بعد ''ا، یا، ل'' ہو تو یہ شکل ہوتی ہے۔
گ	گـ	
ل	لـ	
م	مـ	
ہ	ہـ	

6۔ اگر کوئی لفظ دو یا دو سے زیادہ حصوں میں لکھا جاتا ہو تو ہر حصے کا پہلا حرف اپنی ابتدائی شکل میں لکھا جائے گا جیسے:

برساتی = بر + سا + تی۔ اس لفظ میں بر کی ب، سا کا س اور تی کی ت اپنی ابتدائی شکل میں لکھی جائیں گی۔

7۔ مذکورہ حروف جب لفظ کے درمیان آتے ہیں تو ان کی شکل حسب ذیل ہوتی ہے۔

حروف	درمیانی شکل
ب	ـبـ
پ	ـپـ
ت	ـتـ
ٹ	ـٹـ
ث	ـثـ
ج	ـجـ
چ	ـچـ
ح	ـحـ
خ	ـخـ
س	ـسـ
ش	ـشـ

ص	ﺼ
ض	ﻀ
ع	ﻌ
غ	ﻐ
ف	ﻔ
ق	ﻘ
ک	ﻜ
گ	گ
ل	ﻠ
م	ﻤ
ن	ﻨ
ں	ں
ہ	ﮩ
ی	ﯿ
ے	ﯿ

8۔ (i) اردو حروفِ تہجی جب لفظ کے آخر میں آتے ہیں تو اپنی مکمل شکل میں لکھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ دو یا دو سے زیادہ حصوں میں لکھا گیا ہو تو لفظ کے ہر حصے کا آخری حرف بھی مکمل لکھا جائے گا۔

(ii) ع اور غ، اگر اپنے پہلے حرف سے منسلک ہوں اور خود لفظ کا آخری حرف ہوں تو ان کی شکل ع، غ، کی طرح ہوگی۔ جیسے: سمیع، تیغ وغیرہ اور اگر اپنے پہلے حرف سے مل کر نہ لکھی ہوں تو اپنی اصل شکل میں آئیں گی مثلاً وداع، باغ۔

(iii) ہ، اگر کسی لفظ کے آخر میں ہو اور اپنے پہلے حرف سے منسلک نہ ہو تو اصل شکل میں لکھی جائے گی مثلاً راہ، چاہ وغیرہ۔ اگر منسلک ہو اور آواز نہ دیتی ہو تو ''ـہ''

کی شکل میں لکھی جائے گی مثلا ، کہ، غنچہ، واقعہ، اگر آواز دیتی ہو تو ہک دار لکھی جائے گی جیسے سہم، کہا، شہپارہ وغیرہ۔ اگر لفظ کے شروع میں آئے تو ایک شوشہ بنا کر اس کے نیچے ہک لگایا جاتا ہے جیسے ہمت۔ ہم۔ ہک وغیرہ۔

9۔ ا، د، ڈ، ذ، ر، ڑ، ز، ژ، و، حروف اپنے بعد میں آنے والے کسی حرف سے ملا کر نہیں لکھے جاتے۔ اگر انہیں ملا دیا جائے تو لفظ کی ہیئت ہی تبدیل ہو جاتی ہے جیسے ''سزا''، ''سزا'' بن جائے گا۔ ''خدا'' ''خدا'' بن جائے گا۔ یہ تمام حروف آخر میں لکھے جانے والے حروف کہلاتے ہیں۔

10۔ ''ں'' نون غنہ جب لفظ کے درمیان آتا ہے تو اس پر نقطہ لگا کر الٹا جزم لگا دیتے ہیں جیسے شنبہ، دنبہ وغیرہ۔

11۔ ''م'' لفظ کی ابتدا میں ہو تو اس کا منہ اوپر کی جانب ہوتا ہے جیسے ملک، مہم، وغیرہ اور جب لفظ کے درمیان یا آخر میں ہو تو اس کا منہ نیچے کی جانب ہوتا ہے۔ جیسے نمی، ہم، کم وغیرہ۔

12۔ ف اور ق جب لفظ کے شروع میں یا آخر میں آئیں تو ان کے منہ گول اور بند ہوتے ہیں مثلاً فرض۔ قرض فوق، قمر، ورق وغیرہ۔ لیکن جب یہ لفظ کے درمیان آئیں تو ان کا منہ درمیان سے کھلا ہوتا ہے جیسے قفس، فقط وغیرہ۔

13۔ ع اور غ جب لفظ کے درمیان آئیں یا لفظ کے آخر میں ہوں لیکن اپنے پہلے حرف سے ملے ہوں تو ان کا منہ بند اور اوپر کی جانب ہوتا ہے اور تکونی سی شکل اختیار کرتا ہے جیسے شعر، شفعہ، مع وغیرہ۔

14۔ ''ء''۔ ہمزہ جب لفظ کے درمیان آئے تو اس کے لیے ایک شوشہ بنایا جاتا ہے جیسے مسئلہ، مطمئن، وغیرہ۔ اگر کسی لفظ کا آخری حرف ''ی'' ہو اور ''ی'' پہلے حرف سے ملی ہوئی نہ ہو تو ''ء'' کے لیے شوشہ نہیں بناتے بلکہ ''ی'' کے منہ کو ذرا سا لمبا کر کے اس پر ''ء'' لکھ دیتے ہیں۔ جیسے آئی۔ مائی، کھائی وغیرہ اور اگر ''ی'' پہلے حرف سے ملی ہو تو شوشہ نہیں آتا بلکہ ''ی'' پر ''ء'' لگا دیا جاتا ہے۔ جیسے کئی۔ گئی وغیرہ۔

15۔ بڑی ''ے'' اگر پہلے حرف سے منسلک ہو تو ''ء'' کے لیے شوشہ آتا ہے جیسے گئے۔ نئے وغیرہ۔

16۔ ''د، ڈ، ذ'' حروف اگر اپنے پہلے حرف سے ملا کر لکھے جائیں تو ان کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے جیسے:

اصل شکل اگر حرف سے ملا کر نہ لکھا جائے	تبدیل شدہ شکل اگر ملا کر لکھا جائے
د = جیسے کھاد	د = ر جیسے = صد
ڈ = جیسے ڈال۔ لاڈ	ڈ = ڑ جیسے = کھانڈ
ذ = جیسے ذکی۔ معاذ	ذ = ز جیسے = کاغذ

17۔ ''ر، ڑ، ز، ژ'' حروف جب الگ لکھے جائیں تو اپنی اصل شکل میں رہتے ہیں لیکن ملا کر لکھے جائیں تو ان کی شکل بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ جیسے سر، ڑ، ژ

الگ لکھے جانے پر	ملا کر لکھنے پر
ر = گارا	ر = سر = گرم
ڑ = کوڑا	ڑ = ڑ = لڑکی
ژ = ٹیلی ویژن	ژ = ژ = مژدہ

18۔ ''س'' میں تین شوشے ہوتے ہیں اور ''ش'' کش سے لکھا جاتا ہے جیسے قفس، شق، وغیرہ لیکن جب دو 'س' یا دو 'ش' ساتھ ساتھ آ جائیں تو پہلا 'س' یا 'ش'، کش کے ساتھ لکھا جائے گا اور دوسرا شوشے کے ساتھ جیسے: سسک۔ کشش وغیرہ

19۔ ''د، ڈ، ذ، ط، ظ، ک، گ، ل، ا'' کے سوا باقی حروف جب آپس میں ملتے ہیں تو پہلا حرف اگلے حرف کے منہ یا سرے سے ملتا ہے۔ جیسے:

ث+م+ر = ث م ر = ثمر

ت+خ+ت = ت خ ت = تخت

ب+ج = بج وغیرہ

20۔ ''ط، ظ، ک، گ، ل'' جب دوسرے حروف سے پہلے آتے ہیں اور مل کر لکھے جاتے ہیں تو یہ ان کے سرے سے ملتے ہیں۔ مثلاً:

گ+ز = گ => ز = گز

ط+و+ل = ط => و + ل = طول

ل+ب = ل => ب = لب

21۔ ''د، ڈ، ذ، ل'' سے جو حروف ملا کر لکھے جاتے ہیں وہ ان حروف کے درمیان آ کر ملتے ہیں۔ مثلاً: ب + د = ب => د = بد

گ + ل = گ => ل = گل

22۔ ''گ، ک، ط، ظ، ا، ق'' سے جو حروف ملا کر لکھے جاتے ہیں وہ ان کے نچلے سرے سے آ کر ملتے ہیں۔ جیسے:

س + گ = س => گ = سگ

پ + ک = پ => ک = پک

ب + ا = ب => ا = با

ب + ط = ب => ط = بط

ح + ظ = ح => ظ = حظ

23۔ چند حروف جو دو چشمی ''ھ'' سے مل کر بنتے ہیں۔ یہ لکھنے میں تو دو حرف ہیں لیکن اپنی مخصوص اور یکجان آواز کی بنا پر ان کا شمار مفرد حروف میں ہوتا ہے۔ یہ حروف بھی اردو حروف تہجی میں شامل ہیں۔ یہ حروف مندرجہ ذیل ہیں:

بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، ٹھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ۔

یہ حروف قدیم ویدک اور دیوناگری میں بھی مفرد لکھے اور بولے جاتے ہیں۔ ان میں ڈھ ایسا حرف ہے جس پر نقطہ لگا کر ڑھ بنایا گیا اور بطور مفرد استعمال کیا گیا۔

آج کل اُردو دان طبقے نے ان حروف میں رھ، لھ، نھ اور مھ کا اضافہ بھی کیا ہے لیکن ان حروف کے لیے دیوناگری میں کوئی مفرد حرف نہیں ہے بلکہ ان کی آواز ادا کرنے کے لیے دو حرف تحریر کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری اس ضمن میں فرماتے ہیں ''ہندوؤں کے دوسرے مہاپرانوں میں رھ، ڑھ، لھ، مھ اور نھ کے لیے تو کوئی الگ حرف ہی مقرر نہیں ہیں۔ ان میں ''ڑھ'' ایک ایسا حرف ہے جسے ''ڈھ'' پر نقطہ لگا کر مفرد بنالیا گیا ہے۔ (1)

1۔ اردو رسم الخط کے بنیادی مباحث۔'' ص۔ 48، مقتدرہ قومی زبان، جون 1988ء

حقیقت یہ ہے کہ جو الفاظ آج کل مھ، لھ، نھ یا رھ سے تحریر کیے جا رہے ہیں، ان کا تلفظ کسی مخصوص علاقے یا خطے سے وابستہ ہے۔ یہ الفاظ مرہٹی، راجھستانی، دکنی یا پنجابی لہجے کے زیرِ اثر لکھے جا رہے ہیں مثلاً مرہٹی میں ہم کو ''امھی'' راجھستانی میں ''امھے'' اس طرح بولتے ہیں کہ م اور ہ یکجان نظر آتے ہیں۔ اسی طرح پنجابی میں ''کمہار'' کا تلفظ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ ''م ہ'' ایک آواز بن جاتی ہے۔ دکنی، میں دلہن کو اس طرح بولتے ہیں کہ ل اور ہ یکجان محسوس ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال دوسرے لفظوں کے ساتھ بھی ہے مثلاً اصل لفظ ''گیارہ'' ہے لیکن ''گیارھواں'' دوچشمی ''ھ'' سے لکھتے ہیں۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ''ر'' اور ''ہ'' کی آواز یکجان ہوگئی ہے۔ درحقیقت مھ، لھ، نھ اور رھ سے لکھے جانے والے الفاظ جن کی تعداد پچیس تیس سے زیادہ نہیں ہے، علاقائی کہلا سکتے ہیں۔ انھیں فصیح اُردو میں شمار نہیں کرنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ آج کل، انھیں، جنھیں، کنھیں، کمھار، تمھیں، مھار، گیارھواں، بارھواں وغیرہ لکھنے کا جو رواج چل نکلا ہے، درست نہیں ہے۔ اگر ہم حروف کے یکجان ہونے پر دوچشمی ''ھ'' کا استعمال جائزہ قرار دیں گے تو اس طرح: قھ سے قھقہہ، مھ سے مھ جبیں، وھ سے وھائٹ اور چوھدری، شھ سے شھتوت وغیرہ جیسے لاتعداد الفاظ بن جائیں گے اور زبان ایک مذاق بن جائے گی۔ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق دوچشمی ''ھ'' کا استعمال کرنے لگے گا۔

اس ضمن میں درج ذیل حوالے قابلِ غور ہیں۔ مشہور ماہرِ لسانیات ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں ''نھ''، ''لھ''، ''رھ'' یہ سب دو آوازوں کا مجموعہ ہیں۔(1) ڈاکٹر مسعود حسین خان اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ''لھ، مھ، نھ'' کو صوتیوں میں شمار نہیں کرتے۔(2) ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اردو حروفِ تہجی میں ''رھ'' کو شامل نہیں کیا؟(3)
ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں ''...... اردو مزاج کے پیشِ نظر ''ہ''

1۔ اردو لسانیات۔ ص 102، ترقی اُردو بورڈ، کراچی 1966ء

2۔ املا اور موز او قاف کے مسائل۔ ص 140 مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء

3۔ اردو املا و رسم الخط۔ اصول و مسائل ص 13، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور۔ 1977ء

لکھی جاتی ہے یعنی ''تیرہ'' اور اسی لحاظ سے تیرہواں درست ہے۔ ''انہیں'' بھی درست ہے۔ دراصل اب درسی کتابوں میں نسخ رائج ہونے کے باعث ہر طرح کے لفظ زیرِ بحث کو ''ھ'' کے ساتھ لکھا جا رہا ہے جو غلط ہے اور یوں املا کا ستیاناس ہو رہا ہے۔(1)

''ھ'' سے لکھے جانے والے مفرد حروف جو اردو میں مروّج ہیں، وہ الفاظ کے آخر میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: بھ سے نبھ = ن + بھ آخری حرف

اسی طرح پھ سے باپھ = جوابِ بھاپ ہوگیا(2)

تھ سے رتھ، ٹھ سے روٹھ، جھ سے مانجھ، چھ سے پچھ، دھ سے گدھ، ڈھ سے مانڈھ یا منڈھ، ڑھ سے کوڑھ، کھ سے دکھ، گھ سے ماگھ۔ لیکن رھ، مھ، لھ اور نھ حروف کسی لفظ کے آخر میں نہیں آتے۔ چونکہ یہ اُردو کے مستقل حروف نہیں اس لیے ان کا استعمال فصیح نہیں کہلا سکتا۔ نیز ان حروف سے اُردو کا کوئی لفظ شروع بھی نہیں ہوتا۔

24۔ اردو لفظ میں، ڑ کے بعد ''ر'' نہیں آتی۔

25۔ اردو میں ''ھ'' اور ''ہ'' میں تمیز نہ کرنے سے فاش غلطی کا امکان ہے۔ ''ہ'' سے لکھے جانے والے الفاظ ''ھ'' سے یا ''ھ'' سے لکھے جانے والے الفاظ ''ہ'' سے لکھے جائیں تو املا کے ساتھ ساتھ ان کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً:

بھائی	بہائی
دھی	دہی
بھوت	بہت
دھلی	دہلی
دھائی	دہائی
بھار	بہار
پھاڑ	پہاڑ وغیرہ

1۔ مکتوب بنام راقم مورخہ 1.1.90

2۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو لسانیات، انجمن ترقی اردو پریس، کراچی، 1966، ص 108

''ھ'' یا ''ہ'' کا درست استعمال بہت ضروری ہے۔ اس میں ذاتی رائے یا ذوق کا دخل غلط ہے۔

26۔ مندرجہ ذیل حروفِ تہجی مونث بولے جاتے ہیں:

ب۔ بھ۔ پ۔ پھ۔ ت۔ تھ۔ ٹ۔ ٹھ۔ ج۔ جھ۔ چ۔ چھ۔ ح۔ خ۔ د۔ ڈ۔ ر۔ ز۔ ژ۔ ط۔ ظ۔ ف۔ ہ۔ ی۔ ے۔ کھ۔ گھ۔ دھ۔ و

27۔ مندرجہ ذیل حروف تہجی مذکر بولے جاتے ہیں:

ا۔ ذ۔ س۔ ش۔ ص۔ ض۔ ع۔ غ۔ ق۔ ک۔ گ۔ م۔ ن۔ ء

28۔ تم۔ ان۔ اُن یا جن سے جب تمہیں۔ انہیں یا جنہیں بناتے ہیں تو تم، ان یا جن کے بعد ''ہ'' آتی ہے لیکن ''ہم'' سے ہمیں میں ''ہ'' نہیں آتی بلکہ صرف ''میں'' کا اضافہ ہوتا ہے۔

جیسے: تم + ہیں = تمہیں

ان + ہیں = انہیں

لیکن

ہم + یں = ہمیں

اُردو اعراب و حرکات

1۔ زبر۔ زیر اور پیش اعراب کہلاتے ہیں۔ یہ علامتیں حروف کی آوازوں میں اُتار چڑھاؤ پیدا کرتی ہیں:

زبر خفیف ''آ'' کی آواز

زیر خفیف ''ای یا اے'' کی آواز

پیش خفیف ''اوٗ'' کی آواز پیدا کرتا ہے

یہ اعراب اکثر لکھنے میں نہیں آتے اس لیے انہیں خفی اعراب بھی کہتے ہیں۔

2۔ عربی، فارسی کے مخصوص الفاظ جو اردو میں مستعمل ہیں، ان کے ساتھ ''کھڑا الف'' اور تنوین یعنی دو زبر، دو زیر کی علامتیں یا حرکات بھی استعمال ہوتی ہیں۔ ''کھڑا الف'' حرف کی آواز لمبی کرتا ہے یعنی کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ چند حرف کے نیچے بھی آتا ہے اور زیر کی لمبی آواز دیتا ہے۔ جیسے:

(i) کھڑا الف = اولیٰ۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ زکوٰۃ۔ اسحٰق۔ اسمٰعیل وغیرہ۔

(ii) ''کھڑا الف'' جب ''ی'' یا ''و'' پر ہو تو ''ی'' اور ''و'' کی آواز ختم ہو جاتی ہے مثلاً زکوٰۃ، اعلیٰ وغیرہ۔

(iii) بعینہٖ = (کھڑا الف ''ہ'' کے نیچے)

تنوین = دو زبر حرف کے اوپر جیسے فوراً، عمداً

دو زیر حرف کے نیچے جیسے نسلاً بعد نسلٍ

(iv) اردو میں ''دو پیش'' کا استعمال نہیں ہوتا سوائے ان الفاظ کے جو عربی سے ہو بہو نقل کر کے لکھے جائیں۔

3۔ اردو میں مد '' ~ '' کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی ''کھڑے الف'' کی طرح حرف کی آواز کو لمبا کرتا ہے مثلاً آم۔ آبگینہ۔ آتش وغیرہ۔

4۔ اردو میں جن حروف پر کوئی اعراب نہ ہو وہ حروف ساکن کہلاتے ہیں۔ ایسے ساکن حروف

پر جزم کی علامت لگائی جاتی ہے یعنی ۔ٝ یا ۔ٛ ایسے حروف بغیر کسی اُتار چڑھاؤ کے اپنا حقیقی تلفظ ادا کرتے ہیں اور اپنے سے پہلے متحرک حرف سے مل کر آواز پیدا کرتے ہیں۔ جیسے بجلی، پالکی، نثر وغیرہ میں ج۔ل اور ث

5۔ بعض اوقات دو ساکن حرف بھی ساتھ ساتھ آجاتے ہیں اور یہ دونوں حرف بھی اپنے پہلے اعراب والے حرف سے مل کر آواز پیدا کرتے ہیں جیسے سَرد، گرزم، اَمر وغیرہ۔

6۔ اردو میں لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے جیسے بات۔ تاش۔ قلم وغیرہ۔

7۔ اگر کسی دو حرفی لفظ یا الگ لکھے ہوئے دو حروف میں آخری حرف الف ہو تو لفظ زبر سے پڑھا جائے گا مثلاً سا۔ کھا۔ جا۔ وغیرہ

8۔ مذکورہ بالا اصول عربی کے ایسے الفاظ میں قابل عمل نہ ہوگا جہاں ''الف'' لکھا تو جاتا ہو لیکن پڑھا نہ جاتا ہو جیسے: بالکل۔ بالاخر۔ بالیقین۔ بالفرض وغیرہ

ایسے الفاظ میں ''ب'' کے نیچے ''زیر'' لگایا جائے گا۔

9۔ اگر اردو کے دو حرفی لفظ کا آخری حرف ''ی'' ہو اور پہلے حرف کے نیچے زیر ہو تو ''ی'' زیر سے پڑھی جائے گی۔ مثلاً سی۔ نی۔ گھی وغیرہ۔

10۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں اعراب لگانا ضروری ہے تاکہ معنی میں تبدیلی نہ ہو اور سمجھنے میں آسانی ہو۔ مخصوص حروف جن پر اعراب لگانے چاہئیں یہ ہیں:

(i) اسمِ اشارہ میں الف پر جیسے: اِس۔ اُس

اِن۔ اُن

اِدھر۔ اُدھر

اِسے۔ اُسے وغیرہ

(ii) ''و'' سے پہلے حرف پر جیسے: دَور۔ دُور

طَور۔ طُور

(iii) جب ''و'' ساکن ہو اور خفیف آواز دیتی ہو تو ایسے الفاظ میں ''و'' سے پہلے حرف پر اعراب کی ضرورت نہیں جیسے شور۔ غور۔ زور وغیرہ۔

11۔ بعض الفاظ میں ''و'' لکھی تو جاتی ہے لیکن پڑھی نہیں جاتی۔ ایسے الفاظ میں ''و'' کے نیچے پہچان کے لیے چھوٹی سی لکیر لگا دینی چاہیے جیسے خوِد۔ خوِاب۔ خوِاہش۔ خوِش۔ درخوِاست وغیرہ۔

12۔ اسی طرح کئی ایک الفاظ میں حروف پر اعراب ضروری ہیں ورنہ تلفظ اور معنی دونوں بدل جائیں گے۔ مثلاً:

سُرُور	سَرْوَر
جُوئیں	جُوِیں
روئی	رَوِی
اِبدال	اَبدال
اِبطال	اَبطال
مَلِک	مُلک
مِلک	مَلَک
مَلَکہ	مَلِکہ

(نوٹ) اردو کے تمام متشابہ الفاظ پر اعراب لگانا ضروری ہیں تاکہ تلفظ کی غلطی کا امکان نہ رہے۔

13۔ جمع کی صورت میں ''خ'' کے بعد ''و'' اکثر متحرک ہوتی ہے۔ وہاں یہ اپنی آواز دیتی ہے۔ لہٰذا تلفظ کی غلطی سے بچنے کے لیے یہاں اعراب ضروری ہیں۔ جیسے
خواص۔ خواتین۔ خوانین۔ وغیرہ میں ''و'' پر زبر کی علامت ضروری ہے۔

14۔ زیر کی آواز ''ای'' کی آواز سے ملتی جلتی ہے۔ جیسے تِل۔ مِل۔ سِل۔ مساجِد اور ثاقِب میں ''تی۔ می۔ سی۔ جی۔ قی'' کی طرح۔ لیکن ترکیب کی صورت میں زیر کی آواز ''اے'' کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے
تعمیرِ ادب۔ روحِ رواں۔ غمِ دوراں۔ وغیرہ میں جو آواز پیدا ہو رہی ہے وہ ''رے۔ حے۔ مے'' ہے۔

تنوین

عربی میں دو زبر (ً)، دو زیر (ٍ) اور دو پیش (ٌ) کی علامتوں اور ان کی آوازوں یعنی اَن، اِن اور اُن کو تنوین کہتے ہیں۔ اردو میں تنوین صرف انہی الفاظ سے وابستہ ہے جو عربی سے آئے ہیں اور اردو میں مستعمل ہیں۔

عربی میں قاعدہ ہے کہ آخری حرف پر دو ''زبر، زیر یا پیش'' لگا کر آواز ادا کی جاتی ہے لیکن اردو میں دو زبر کے استعمال میں مختلف طریقہ اپنایا گیا ہے۔

1۔ لفظ کے آخر میں ''الف'' بڑھا کر دو زبر لگاتے ہیں جیسے:

فوراً۔ تقریباً۔ نسلاً۔ فطرتاً۔ آناً فاناً۔ وقتاً فوقتاً۔ ضمناً۔ اتفاقاً۔ احتیاطاً۔ رسماً۔ فرداً۔ حکماً۔ جبراً۔ یقیناً۔ شرقاً غرباً وغیرہ

2۔ جن الفاظ کے آخر میں ''ۃ'' ہے۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ''ۃ'' پر تنوین کا اضافہ کیا جائے یعنی نتیجہ سے نتیجۃً بنایا جائے۔ لیکن اس قاعدے پر اتفاق نہیں، درست یہی ہے کہ ایسے الفاظ کی آخری ''ۃ'' ہٹا کر ''الف'' کا اضافہ کیا جائے اور ''الف'' پر تنوین لگائی جائے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری بھی متفق ہیں۔ (1-2) لہٰذا ایسے الفاظ میں تنوین کا طریقہ اس طرح ہے۔

آخری حرف اگر ''ہ'' ہو جو عربی میں ''ت'' ہے تو اسے حذف کر کے ''تاً'' کا اضافہ کرتے ہیں اور اس پر تنوین لگاتے ہیں جیسے:

اشارہ سے اشارتاً

نتیجہ سے نتیجتاً

واقعہ سے واقعتاً

دفعہ سے دفعتاً

1۔ اردو املا و رموز اوقاف۔ ص 288، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء

2۔ مضمون ''املا اور رسم الخط'' اصول و مسائل'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری، سنگ میل پبلی کیشنز، مارچ 1977ء، لاہور

3۔ اسی طرح جن لفظوں کے آخر میں مکمل ''ت'' ہو تو اس کے آخر میں ''ا'' کا اضافہ کر کے تنوین کی علامت لگائی جاتی ہے۔ جیسے:

فطرت سے فطرتاً

قدرت سے قدرتاً

حقیقت سے حقیقتاً وغیرہ

4۔ فارسی اور اردو ہندی الفاظ پر تنوین نہیں لگائی جاتی۔

5۔ اردو نام جو ''ن'' پر ختم ہوتے ہیں ان پر تنوین نہیں لگتی۔ مثلاً رحیمن، کریمن، سلیمن، جمن وغیرہ نام ''ن'' سے لکھے جائیں گے انہیں رحیماً۔ کریماً۔ وغیرہ لکھنا درست نہیں۔

6۔ ''اغلباً'' درست نہیں اس کی جگہ ''غالباً'' تحریر کرنا چاہیے۔

7۔ ''اندازہ'' فارسی ہے اس لیے ''اندازاً'' لکھنا درست نہیں اس کی جگہ ''تقریباً'' لکھنا چاہیے۔

8۔ اردو میں دو پیش کا استعمال نہیں ہوتا۔

''نون غنہ'' اور ''ب'' کا استعمال

1۔ عربی یا فارسی الفاظ میں جب نون غنہ کے بعد ب آتی ہے تو ''نون غنہ'' م کی آواز دیتا ہے۔ جیسے

گنبد۔ منبر۔ منبع۔ انبیاء۔ دنبہ۔ جنبش۔ شنبہ۔ وغیرہ۔

2۔ اردو ہندی الفاظ میں بھی بعض اوقات ''م'' کی آواز ''ب'' سے پہلے آتی ہے۔ لیکن ان الفاظ کو نون غنہ کے بجائے صرف ''م'' سے لکھنا چاہیے۔ انہیں فارسی عربی کی پیروی میں نون غنہ سے لکھنا غلط ہے۔ مثلاً

غلط	درست	معنی
تنبو	تمبو	خیمہ
تنبولی	تمبولی	پنواڑی
چنبیلی	چمبیلی	ایک پھول
تنبا	تمبا	ایک کڑوا پھل
اچنبھا	اچمبھا	حیرانی
انبالہ	امبالہ	ایک شہر

3۔ اردو ہندی میں چند الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں نون غنہ اور ب کا ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے یعنی نون غنہ کے بعد ''ب'' آتی ہے۔ لیکن یہاں نون غنہ ''م'' کی آواز نہیں دے گا بلکہ نون غنہ اپنی آواز ادا کرے گا جیسے

لفظ	تلفظ	لفظ	تلفظ
لانبا	لاں۔با	تانبا	تاں۔با

اس ضمن میں رشید حسن خان لکھتے ہیں: ''عربی فارسی الفاظ میں جب ن کے بعد ''ب'' آتی ہے تو ''ن'' کی آواز ''م'' میں بدل جاتی ہے جیسے۔ منبر۔ جنبش۔ گنبد۔ وغیرہ لیکن ہندی اردو الفاظ میں ''م'' کی آواز کو ''ن ب'' سے تبدیل کر کے لکھنا درست نہیں۔''(1)

1۔ رشید حسن خان، اردو املا، نیشنل اکیڈمی دریا گنج دہلی، مئی 1974ء، ص 184

کر۔ کے اور کر کے کا استعمال

جملے میں ''کر''یا''کے''اور کر کے''، کرنے کے بعد'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس میں کسی کام کی تکمیل پائی جاتی ہے۔ کسی جملے میں ''کر''یا''کے'' آتا ہے اور کسی میں ''کر کے'' آتا ہے۔ مثلاً

(i) میں کھانا کھا کر آؤں گا ''کر'' کے ساتھ

......یا......

میں کھانا کھا کے آؤں گا ''کے'' کے ساتھ

(ii) وہ کام ختم کر کے چلا گیا۔ ''کر کے'' کے ساتھ

اس کا طریقہ یہ ہے:

1۔ اصل مصدری کلمے کے بعد''کر''یا''کے''استعمال ہوتا ہے جیسے

(i) میں کھانا کھا کر/ کے آؤں گا۔

(ii) وہ ابھی سو کر اٹھا ہے۔

(iii) وہ میری بات سن کر چلا گیا وغیرہ

ان جملوں میں کھانا۔ سونا اور سننا اصلی مصدری کلمے ہیں۔

2۔ اسم کے ساتھ علامت مصدر بڑھا کر جب مصدری کلمہ بنایا جاتا ہے تو اس کے بعد ''کر کے'' کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

(i) مزدور سفیدی کر کے چھٹی کرے گا۔

(ii) کوئی طالب علم نقل کر کے اوّل نہیں آ سکتا۔

(iii) بڑوں کا احترام کر کے ہی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

(iv) وہ اپنا کام ختم کر کے جائے گا۔ وغیرہ۔

ان جملوں میں سفیدی۔ نقل۔ احترام۔ کام وغیرہ اسماء ہیں ان کے ساتھ مصدری علامت ''کرنا'' کا اضافہ کیا گیا اور مصدری کلمہ بنایا گیا۔ لہٰذا ایسے مصدری کلموں کے ساتھ'' کر کے'' آئے گا۔

سا۔ سی۔ سے اور بھر کا استعمال

اہل زبان بات چیت میں یہ کلمے اکثر بولتے ہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ یہ کلمات روزمرہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثلاً

(i) ذرا سی چینی ڈال دینا۔

(ii) چھوٹا سا کاغذ ساتھ لے لینا۔

(iii) بہت سے لوگوں نے میچ دیکھا۔

(iv) ایک چھوٹا سا گلاس لو۔

(v) پاؤ بھر نمک کافی ہوگا۔

(vi) گز بھر کپڑے سے کام چل جائے گا۔

(vii) ایک کالی سی لڑکی تھی۔

دراصل جب کسی چیز کی صحیح مقدار، تعداد یا صفت کا تعین نہ ہو تو جملے میں اس کا تعین کرنے کے لیے بھر۔ سا۔ سے اور سی کا استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے ان حروف کو ''غیر معین صفت مقداری'' کہتے ہیں۔

''تو'' اور ''نا'' کا استعمال

کسی جملے میں ''تو'' اور کسی جملے کے آخر میں ''نا'' کا استعمال کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ یہ جملے میں کسی جانب خصوصی اشارہ کرنے یا جملے میں کچھ زور پیدا کرنے یا التجا اور تمنا کا اظہار کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جس میں تہذیب و اخلاق کا رنگ موجود ہوتا ہے اور بے تکلفی بھی۔ مثلاً

(i) اب آ بھی جائیے نا۔

(ii) اب چلیے نا۔

(iii) آپ تو آئیں گے نا۔

(iv) وہ تو گیا۔

(v) آپ تو یوں ہی ناراض ہوتے ہیں۔

(vi) کچھ تو بولو نا۔ وغیرہ

یہ دونوں کلمے اردو روزمرہ کی جان ہیں۔ یہ گفتگو میں ایک عجیب طرح کی چاشنی، دل کشی اور حسن پیدا کر دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ اہل زبان کا مخصوص انداز بیان ہے جس سے بے تکلفی، محبت اور اخوت کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی اجنبی سے یہ انداز اختیار نہیں کیا جاتا۔

افعال کا ماضی میں بدلنا

افعال کا ماضی میں تبدیل کرنے کا آسان قاعدہ اس طرح ہے۔

1۔ مصدری کلمے سے لاحقہ ''نا'' ہٹانے کے بعد اگر آخری حرف ''و'' یا ''ا'' رہ جائے تو اس کے ساتھ ''یا'' کا اضافہ کر دینے سے فعل ماضی بن جاتا ہے۔ مثلاً

مصدری کلمہ	''نا'' ہٹا کر	ماضی
بونا	بو	بویا
ہلانا	ہلا	ہلایا
پانا	پا	پایا
آنا	آ	آیا
گانا	گا	گایا

2۔ باقی تمام مصدری کلمے جن سے ''نا'' ہٹانے کے بعد ''و'' یا ''ا'' آخری حرف نہیں رہتا ان سب کے آخر میں ''ا'' کا اضافہ کرنے سے فعل ماضی بن جاتا ہے۔ جیسے:

کودنا سے کودا (مصدری کلمے سے ''نا'' ہٹا کر ''ا'' کا اضافہ کیا)

دوڑنا سے دوڑا

سمجھنا سے سمجھا

اٹھنا سے اٹھا

بہنا سے بہا

بھرنا سے بھرا وغیرہ

3۔ کرنا سے ''کرا'' مقامی بولی میں استعمال ہوتا ہے۔ فصیح اردو میں ''کیا'' بولتے ہیں۔

4۔ جانا سے ''جایا'' اب عامیانہ خیال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ''وہ وہاں جایا کرتا تھا'' لیکن فصیح اردو میں ''وہ وہاں جاتا تھا'' بولتے ہیں۔ ''جانا'' کا ماضی ''گیا'' ہے۔ اردو میں ''کرنا اور جانا'' کے ماضی ''کیا اور گیا'' ہیں، جو عام قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

تشدید (ّ) کا استعمال

اردو الفاظ میں جب ایک جیسے دو حرف ساتھ ساتھ آ جائیں تو عام طور پر ان پر تشدید لگا کر صرف ایک حرف لکھا جاتا ہے۔ جیسے:

بلّی = ب ل ل ی　　　　ابّا = ا ب ب ا

امّاں = ا م م ا ں　　　　کتّا = ک ت ت ا　وغیرہ

لیکن امم، کشش، سسک وغیرہ الفاظ پر تشدید لگا کر م، ش یا س کو ایک نہیں کیا جاتا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے:

1۔ کہ جب کسی لفظ میں دو ایک جیسے حرف ساتھ ساتھ آ جائیں، ان میں اگر پہلا حرف ساکن ہو اور دوسرا متحرک تو تشدید لگا کر ایک حرف لکھا جاتا ہے، لیکن پڑھنے میں دو بار آتا ہے۔ جیسے:

بِ لْ لِ ی = بلّی　　　　اَ بْ بَا = ابّا

اَ مْ مَ اں = امّاں　　　　کُ تْ تَ ا = کتّا　وغیرہ

میں پہلا حرف "ل، ب، م اور ت" ساکن ہے اور دوسرا متحرک ہے۔

2۔ جب کسی لفظ میں دو ایک جیسے حرف ساتھ ساتھ آ جائیں اور اگر ان میں پہلا حرف متحرک ہو اور دوسرا ساکن یا دونوں متحرک ہوں تو دونوں حرف لکھے جائیں گے۔ جیسے:

اُ مَ مْ = امم　　=　　دونوں م لکھے جائیں گے۔

کَ شِ شْ = کشش　　=　　دونوں ش لکھے جائیں گے۔

سِ سَ کْ = سسک　　=　　دونوں س لکھے جائیں گے۔

مُ مْ تَ حِ نْ = ممتحن　　=　　دونوں م لکھے جائیں گے۔

'افتتاح' اور 'اختتام' میں دونوں "ت" لکھی جائیں گی کیونکہ دونوں "ت" متحرک ہیں۔

3۔ کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جہاں ایک حرف تین بار پڑھا جاتا ہے۔ ایسے لفظ پر تشدید آئے گی اور وہ صرف دوبارہ لکھا جائے گا۔ لیکن ان میں ایک حرف کا متحرک

ہونا ضروری ہے۔ جیسے:

ال لِ لِ ے = اللّے

ت لِ لِ ے = تلّے

ت ق رُ رُ ر = تقرر

م ک رَ رَ ر = مکرّر

م ح ق ق ق = محقق

م خ ف فِ ف ات = مخففات وغیرہ

4۔ سابقے یا لاحقے کی صورت میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مثلاً جاننا، ماننا، بننا، سننا وغیرہ میں آخری ''نا'' لاحقہ ہے اور سرراہ، سررشتہ وغیرہ میں ''سر'' سابقہ ہے۔ یہ تمام دو لفظ شمار ہوتے ہیں۔ لہذا ان پر تشدید لگا کر دو حرف کو ایک نہیں کیا جاتا۔ دونوں ''ن'' اور دونوں ''ر'' الگ الگ لکھے جائیں گے۔ اسی طرح ترکیب کی صورت میں اگر ایک لفظ کا آخری حرف اور دوسرے لفظ کا پہلا حرف ایک جیسے ہوں تب بھی تشدید نہیں لگائی جاتی کیونکہ یہ بھی دو لفظ شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً سنگِ گراں میں دو ''گ'' ایک ساتھ آئے ہیں لیکن الفاظ الگ ہیں۔ لہذا یہ بات یاد رکھی جائے کہ تشدید کا عمل اکیلے لفظ سے متعلق ہے۔

5۔ عربی کا ''ال'' بھی الگ شمار ہوتا ہے لہذا اگر شروع میں دو ''ل'' اکٹھے آجائیں تب بھی تشدید نہیں لگے گی۔ جیسے ''اللسان''، ''اللیث'' وغیرہ میں دو ''ل'' ساتھ ساتھ ہیں۔ یہاں تشدید نہیں آئے گی۔ لیکن ترکیب میں آئے گی۔

6۔ اردو الفاظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔ ''رد، رب، ظن، سر'' وغیرہ الفاظ میں آخری حرف د، ب، ن، ر، ساکن اور بغیر تشدید کے ہیں لیکن درحقیقت ان پر تشدید ہے جو ترکیب میں ظاہر ہو جاتی ہے جیسے:

ردّ بلا۔ سدّ باب۔ ربُّ العزت۔ ربِّ زدنی۔ ظنِّ غالب۔ سرِّ کائنات وغیرہ

اردو مصدر

مصدر کے لغوی معنی ۔ نکلنے کی جگہ ۔ سرچشمہ ۔ جڑ ۔ بنیاد اور منبع ہیں ۔ ان معانی کے لحاظ سے مصدر ایسا لفظ ہونا چاہیے جو کسی لفظ (اسم یا فعل) کی بنیاد یعنی اس سے دوسرے اسماء اور افعال بنتے ہوں اور وہ خود کسی سے نہ بنا ہو ۔ اردو میں مصدر ایسا کلمہ ہے جو ''نا'' لاحقہ لگا کر بنا ہے جیسے آنا (آ + نا) جانا (جا + نا) کھانا (کھا + نا) وغیرہ ۔ اگر ہم ان مصادر پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود بنیاد نہیں ۔ بلکہ ''فعل امر'' اور ''نا'' کا مجموعہ ہیں ۔ لہٰذا اردو مصادر کو بنیادی کلمہ یا سرچشمۂ لفظ نہیں کہہ سکتے ۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں ''نا'' مصدری لاحقہ ہے ۔''[1]

گرامر کی رو سے مصدر میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا لیکن اردو کے کئی ایسے جملے بھی ہیں جن میں مصدر استعمال ہوتا ہے اور زمانہ بھی پایا جاتا ہے ۔ لہٰذا اردو میں جو کلمے بطور مصدر استعمال ہوتے ہیں وہ لغوی طور پر اور گرامر کے لحاظ سے مصدر نہیں کہلا سکتے ۔ یہ بنیادی کلمے بھی نہیں بلکہ خود دو کلموں کا مجموعہ ہیں، لیکن ایک عرصے سے اردو میں ان کا چلن ہے اور انہیں مصدر کے نام سے پکارا جا رہا ہے ۔ اس لیے انہیں اب کوئی نیا نام دینا، اجنبیت کا احساس دلائے گا لیکن انہیں مصدر کہنا بھی درست نہیں ۔ کیونکہ یہ مصدر کی تعریف پر پورے نہیں اترتے لہٰذا انہیں مصدر کہنے کے بجائے ''مصدری کلمہ'' کہنا زیادہ بہتر ہوگا ۔ میں نے جہاں کہیں بھی مصدر کا لفظ آیا ہے اسے ''مصدری کلمہ'' ہی لکھا ہے ۔ ہم اگر مصدر کی تعریف کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو صرف ''سکنا'' ہی مصدر کہلا سکتا لیکن یہ بھی کبھی اکیلا استعمال نہیں ہوتا ۔

---

1 ۔ شوکت سبزواری ڈاکٹر ، اردو لسانیات ، انجمن ترقی اردو پریس کراچی، 1966ء، ص46

ہمزہ (ء) کا استعمال

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اردو تحریروں میں ہمزہ کے استعمال میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا۔ بعض مقامات پر بغیر کسی وجہ کے ہمزہ لگا دیا جاتا ہے اور جہاں ہمزہ ضروری ہوتا ہے وہاں کاہلی یا لاعلمی کے سبب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہمزہ کا غلط استعمال اخبارات، ناولوں، افسانوں اور اسی قبیل کے دوسرے ادب میں عام نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اساتذہ اور طلبہ بھی اکثر نادانستگی میں اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اسکولوں کے اساتذہ کو ان کی درسی ٹریننگ کے دوران میں اصلاح زبان کی طرف توجہ نہیں دلائی جاتی۔ جب کہ اساتذہ ہونے کی حیثیت سے ان کے نصاب میں زبان دانی کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ہونا چاہیے لیکن عملاً ایسا نہیں ہوتا جس کے سبب اساتذہ طلبہ کے سامنے زبان کی غلطیوں کا غیر شعوری طور پر بار بار ارتکاب کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ بھی ان غلطیوں کو اپنی دانست میں درست سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ اعلیٰ سطح کی تدریس میں بھی ادب ہی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور زبان کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ لہٰذا طلبہ الفاظ کا جو املا اپنی ابتدائی جماعتوں میں سیکھتے ہیں وہ آخر تک قائم رہتا ہے اور رفتہ رفتہ پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر یونیورسٹی کے اساتذہ طلبہ کے لکھے ہوئے نوٹس کی اصلاح کر دیں تب بھی اغلاط کی بڑی حد تک درستی ممکن ہو جائے۔

طلبہ اور اساتذہ کے علاوہ کاتب حضرات بھی زبان کی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور پروف ریڈر حضرات بھی اپنے فرائض میں تساہل برتتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تحریر میں جو اغلاط موجود ہوتی ہیں وہ جوں کی توں رہتی ہیں۔ المیے کا وقت تو وہ ہوتا ہے جب درست لکھے ہوئے لفظ کو، کاتب اپنی دانست میں غلط سمجھتے ہوئے، خود ہی درست کر دیتا ہے اور وہ اسی طرح چھپ کر قارئین کے سامنے پہنچ جاتا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور، اپنے یکم جنوری 1990ء کے مکتوب میں راقم کو تحریر کرتے ہیں'' کچھ عرصہ قبل میری کتاب ''فارسی شاعری میں طنز و مزاح'' (جو اب بفضلہٖ تعالیٰ چھپ چکی ہے) کا کتابت شدہ مسودہ میرے پاس آیا تو میں نے سر پیٹ لیا حالانکہ میں نے ناشر سے کہہ رکھا تھا کہ کاتب سے کہے،

میرے مسودے کے مطابق املا رکھے۔ مطلب یہ کہ حضرت کاتب اپنا ہاتھ دکھانے سے باز نہیں رہتے۔"(1) اور اسی طرح قارئین بھی اس غلط املا کو درست خیال کرنے لگتے ہیں جو بار بار ان کی نظروں کے سامنے آتا ہے۔ لہٰذا ناشر اور پروف ریڈر حضرات کے فرائض میں یہ ضرور شامل ہونا چاہیے کہ وہ تحریر میں املا کی غلطیوں کی اصلاح کریں تاکہ جو کچھ چھپ کر سامنے آئے وہ ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہو۔

ذیل میں ہمزہ "ء" کے درست استعمال کے موضوع پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

1۔ "الف" اور "واؤ" کے سوا کوئی حرف جس کے نیچے زیر ہو اور اس کے بعد "یے" ہو اور "یے" لفظ کا آخری حرف بھی ہو تو وہاں "ء" نہیں آئے گا بلکہ "ی" کا استعمال ہوگا، جیسے:

درست الفاظ	غلط الفاظ
لِیے (لِ+ی+ے)	لئے۔ لیئے
کِیے	کئے۔ کیئے
دِیے	دئے۔ دیئے
پِیے	پئے۔ پیئے
اِس لیے	اسلئے
کے لیے	کیلئے وغیرہ

2۔ مذکورہ اصول کے برعکس اگر پہلے حرف پر زبر ہو تو "ء" استعمال ہوگا، جیسے گئے اور نئے وغیرہ۔

3۔ اگر "ی" سے پہلا حرف مفتوح ہو یعنی اس پر زبر ہو اور "ی" لفظ کا آخری حرف ہو تو "ی" پر ہمزہ لگایا جائے گا۔ جیسے: گئی، نئی، بھئی، گئی، مئی، مکئی، بڑھئی وغیرہ

4۔ اگر "ی" سے پہلا حرف مکسور ہو یعنی اس کے نیچے زیر ہو اور "ی" لفظ کا آخری حرف ہو تو "ی" پر ہمزہ نہیں آئے گا۔ جیسے: گی، اِی، قوِی، راوِی، رضی، پی، بھی، دری وغیرہ۔

1۔ مکتوب ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، بنام راقم بتاریخ یکم جنوری 1990ء

5۔ تعظیمی الفاظ میں بھی آخری تلفظ ''یے'' ہوتا ہے۔ ''اے'' نہیں ہوتا لہذا ان الفاظ میں ''ء'' نہیں آئے گا۔ جیسے لیجیے، کیجیے، پیجیے۔ دیجیے۔ چاہیے۔ بیٹھیے۔ کہیے۔ بولیے۔ کھولیے۔ وغیرہ۔ ان الفاظ کو لیجئے، دیجئے لکھنا غلط ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھیے کہ ''ے'' سے پہلے ''الف'' نہ ہو۔

6۔ جب ''الف'' کے بعد ''یے'' آئے اور ''الف'' سے پہلا حرف مفتوح ہو تو ''یے'' پر ہمزہ آئے گا کیونکہ ایسی صورت میں ''یے'' اپنی اصلی آواز نہیں دیتی بلکہ ''اے'' کی ہلکی سی آواز دیتی ہے۔ یہاں ''یے'' لفظ کا آخری حرف ہونا چاہیے۔ جیسے: آئے، لائے، کھائے، بتائے، سنائے، لگائے، جلائے، جائے وغیرہ۔

7۔ اسی طرز کے تعظیمی الفاظ پر بھی ''ء'' آئے گا۔ جیسے آئیے، جائیے، سنائیے، بتائیے وغیرہ۔ یعنی ''الف'' سے پہلا حرف مفتوح ہونا چاہیے اور لفظ ''یے'' پر ختم ہو۔

8۔ اسی طرح جب ''الف'' کے بعد ''ی'' ہو اور ''الف'' سے پہلا حرف مفتوح ہو تو ''ی'' پر ہمزہ آئے گا۔ مثلاً: لائی، کھائی، بلائی، سنائی، بتائی، چٹائی، وغیرہ۔

9۔ اسی قسم کے تعظیمی الفاظ پر بھی ہمزہ آئے گا جیسے: آئیں۔ گائیں۔ لائیں۔ سنائیں۔ بتائیں۔ ادائیں۔ جفائیں۔ بلائیں وغیرہ۔

10۔ جب کسی لفظ میں واؤ ساکن ہو، اس کے بعد ''ے'' یا ''ی'' ہو اور واؤ سے پہلا حرف زبر یا پیش رکھتا ہو تو ''ے'' اور ''ی'' پر ہمزہ آئے گا جیسے:

الف: سُوئی، سُوئی، رُوئی، گوئی، دُوئی، ڈُوئی وغیرہ۔

ب: سوئے، کھوئے، روئے، بوئے، سوئے وغیرہ۔

11۔ نمبر 10 کے تحت اگر واؤ ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے تو ی یا ے پر ہمزہ نہیں آئے گا جیسے:

الف: کھوے، کُھوے، توے، جَوے، وغیرہ۔

ب: قوی، رَوِی، بَدوِی، لکھنوِی وغیرہ۔

اردو زبان کے ماہرین نے مندرجہ بالا اصولوں کی بابت اظہار خیال کیا ہے:

انشاء اللہ خان انشا تحریر کرتے ہیں ''کیجیے، لیجیے، دیجیے'' میں ج کے بعد ہمزہ حذف کرنا جائز بلکہ زیادہ فصیح ہے۔(1) ڈاکٹر مصطفیٰ خان اپنے ایک مقالے میں تحریر کرتے ہیں ''دیکھیے، دیجیے، اس لیے وغیرہ میں ''یے'' سے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے۔''(2) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی لکھتے ہیں ''ہمزہ اسی وقت آئے گا جب اس سے پہلے زبر ہو۔ اگر اس سے پہلے زیر ہوگا تو ''ی'' آئے گی۔ یعنی ''گئے'' میں ہمزہ ہے مگر ''کیے'' میں ''ی'' ہے۔''(3) ڈاکٹر شوکت سبزواری تحریر کرتے ہیں ''اصول یہ ہے کہ ہمزہ اس وقت آئے گا جب اس سے پہلے زبر ہو اگر ماقبل زیر ہے تو ''ی'' آئے گی۔''(4) پروفیسر غلام رسول فرماتے ہیں ''ان میں ہمزہ نہ لکھا جائے صرف ''ی'' لکھی جائے مثلاً لیے۔ جیے۔ سیے۔ چاہیے وغیرہ۔''(5) مولانا احسن مارہروی نے کئی تجویزیں پیش کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دیکھیے، دیجیے، لیے وغیرہ میں ''ی'' سے پہلے ہمزہ نہ لکھا جائے۔''(6) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں ''اگر حرف ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہیں آئے گا ''ی'' لکھی جائے گی جیسے کیے، دِیے، لیے وغیرہ اگر ''ی'' سے پہلے حرف مفتوح ہے تو ان لفظوں کو ہمزہ سے لکھنا صحیح ہے مثلاً گئے، نئے وغیرہ۔(7) پروفیسر رشید حسن خان تحریر کرتے ہیں ''ہمزہ اسی وقت آئے گا جب ماقبل پر زبر یا پیش ہو، اگر ماقبل مکسور ہے تو ہمزہ نہ آئے گا ''ی'' آئے گی مثلاً گئے، گئی، کیے، دیے۔ لیے وغیرہ۔(8)

1۔ انشاء اللہ خان انشاء، دریائے لطافت، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن، 1935، ص 20
2۔ اردو املا کی تاریخ، معارف جون 1951ء
3۔ عبدالستار صدیقی، اردو املا مشمولہ اردو املا و رموز اوقاف، مرتبہ گوہر نوشاہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1996ء ص 59
4۔ شوکت سبزواری ڈاکٹر، ''اعرابی نظام''، ایضاً ص 72
5۔ غلام رسول پروفیسر، ''مضمون املا کے قاعدے''۔ ایضاً ص 77
6۔ فصیح الملک، دہلی مئی 1905ء
7۔ اردو املا و رموز اوقاف، ص 321
8۔ رشید حسن خان ''صحیح املا'' مکتبہ رابعہ بک ہاؤس، لاہور، ص 55

12۔ ''آ'' کے بعد ''ی''، ''یے'' یا ''وٴ'' آئے تو ہمزہ لگایا جائے گا کیونکہ یہاں دو حرف علت اپنی الگ الگ آواز دیتے ہیں۔ جیسے: آؤ، آئے، آئی وغیرہ۔

13۔ جب کسی لفظ میں ''الف'' سے پہلا حرف مفتوح ہو یعنی اس پر زبر ہو اور ''الف'' کے بعد ''ؤ'' آئے تو ہمزہ لگایا جائے گا، جیسے: جاؤ، کھاؤ، لاؤ، سناؤ، بتاؤ، اٹھاؤ، گاؤ، نہاؤ، بچاؤ، گھماؤ، پلاؤ وغیرہ۔ ان الفاظ میں ''ؤ'' کی آواز کسی قدر ''او'' سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے ''او'' کی آواز ظاہر کرنے کے لیے ''ء'' لگایا جاتا ہے۔

یعنی جب بھی الف کے بعد ''ؤ'' آئے گی ''ء'' آئے گا مثلاً کھاؤ = کھا+او)، اٹھاؤ (اٹھا+او)، بچاؤ (بچا+او)، برتاؤ (برتا+او) نہ کہ کھاوو (کھا+وو)، اٹھاوو (اٹھا+وو)، وغیرہ۔ اس اصول کے بارے میں چند ماہرین کا اختلاف ہے، ان کا کہنا ہے کہ اسماء اور حاصل مصدر کی ''ؤ'' پر ہمزہ نہیں لگانا چاہیے، جیسے:

الف: اسماء (تاو۔ پلاو۔ ناو۔ گھاو وغیرہ)

ب: حاصل مصدر (الجھاو۔ بناو۔ بہاو۔ دباو۔ چناو وغیرہ)

اس ضمن میں رشید حسن لکھتے ہیں ''لفظ کے آخر میں اگر ''و'' ساکن ہو تو اس پر ہمزہ کبھی نہیں آئے گا...... مثلاً برتاو۔ الاو۔ بھاو۔ پلاو۔ ناو وغیرہ۔''(1) آپ مزید لکھتے ہیں ''بہت سے حاصل مصدر بھی ایسے ہیں جن کے آخر میں ''و'' ہے اور اس سے پہلے ''الف'' ہے، یہاں بھی ہمزہ نہیں آئے گا جیسے دبانا سے دباو، گھمانا سے گھماو وغیر۔ آؤ، جاؤ، کھاؤ، لاؤ وغیرہ فعل ہیں ان پر ہمزہ آئے گا۔''(2) نیز ''انگریزی کے ایسے الفاظ جن میں الف اور ''و'' یک جا ہیں، ان میں بھی ''واو'' پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے۔ جیسے: اکاونٹ، ساونڈ، ٹاون، ساوتھ وغیرہ۔(3)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ تحریر فرماتے ہیں۔ ''اردو کے کئی لفظوں پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے

1۔ صحیح املا۔ ص56
2۔ ایضاً، ص57
3۔ ایضاً، ص62

مثلاً: الاو، گھاو، بچاو، پتھراو، الجھاو، چناو وغیرہ۔(1) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی تحریر کرتے ہیں کہ ''بناو سنگار، بھاو تاو، نبھاو، گھاو، کڑھاو وغیرہ میں ہمزے کا کچھ کام نہیں۔''(2)

رشید حسن خان اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے کوئی ٹھوس دلائل پیش نہیں کیے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ''ؤ'' کو حرف صحیح خیال کرتے ہیں۔ جب کہ اردو میں ہر آخری حرف ہمیشہ ساکن اور غیر متحرک ہوتا ہے۔ یہاں بھی ''ؤ'' ساکن ہے۔ اگر ہم ''ؤ'' کو ان ماہرین کی رائے کے مطابق پڑھنا شروع کر دیں تو لفظ کا تلفظ ہی بگڑ جاتا ہے۔ مثلاً بچاؤ کو (بچاؤ) گھاؤ کو (گھاؤ)، پاؤ کو (پاؤ) وغیرہ جب کہ درست تلفظ ''ء'' کے ساتھ ہی ادا ہو سکتا ہے لہٰذا ایسے تمام الفاظ جو ''ؤ'' پر ختم ہوتے ہیں اور واو سے پہلے ''الف'' ہو نیز ''الف'' سے پہلا حرف مفتوح ہو تو وہاں ''ؤ'' پر ہمزہ آئے گا جیسے: بچاؤ۔ نبھاؤ۔ گھاؤ۔ الجھاؤ۔ اکاؤنٹ۔ پاؤ۔ پتھراؤ وغیرہ۔ رشید حسن خان کی یہ دلیل ناقابل فہم ہے کہ بچاؤ اور چڑھاؤ وغیرہ فعل ہوں تو ہمزہ لگایا جائے اور اگر حاصل مصدر ہوں تو ہمزہ نہ لگایا جائے۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں املا اور تلفظ ایک ہی رہتا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے ''بچاؤ'' تحریر کیا ہے۔(3) مساحت کی کتاب جو سررشتہ تعلیم کے تحت شائع کی گئی۔ اس میں ''پاؤ کنال'' تحریر ہے۔(4) ''تعمیر ادب'' قواعد و انشا کی کتاب جو جملہ فیڈرل اور انٹرمیڈیٹ بورڈز کے جدید نصاب کے لیے مرتب کی گئی ہے اس کتاب میں واؤ (5)، پلاؤ (6) صحیح جملوں کے ذیل میں موجود ہیں۔ اسی طرح، باؤلی، گھناؤنی، پاؤنڈ، راؤنڈ وغیرہ کی واؤ پر ہمزہ آئے گا۔

14۔ اگر الف اور واؤ بالترتیب کسی لفظ کے درمیان ہوں اور واؤ حرف صحیح ہو، تو ''ء'' نہیں لگایا جائے گا جیسے: باور، حلاوت، بھاوج، اکاون، ستاون، محاورہ، جاوید وغیرہ۔

15۔ اگر واؤ سے پہلے الف نہ ہو اور واؤ ساکن نہ ہو تو وہاں بھی واؤ پر ہمزہ نہیں آئے گا۔

1۔ اردو املا و رموز اوقاف، ص319

2۔ ایضاً، ص58

3۔ سیرۃ النبی، ص1

4۔ منشی گلاب سنگھ، مساحت کی ہدایت، پبلشرز گورنمنٹ سررشتہ تعلیم لاہور، 1885ء، ص86

5۔ زکریا خواجہ ڈاکٹر، تعمیر ادب، پولیمر پبلی کیشنز، 1985ء، ص 97-77

6۔ ایضاً

جیسے دیونی، گوالا، جوار، پھوار، گنوار، چھوارا، بچھوا، ہوا، جواوغیرہ

16۔ حرف عطف کے واؤ پر بھی ہمزہ نہیں آتا۔ جیسے: مے وجام،گل وبلبل،زندگی وموت وغیرہ۔

17۔ جب کسی لفظ میں الف کے بعد زیر کی آواز ہو جب کہ الف لفظ کے درمیان ہوتو زیر کی آواز کے لیے ہمزہ لگایا جائے گا جیسے: قائم ، دائم ، قائد، اوائل، مسائل، مشائخ، جائز،نتائج، رائفل، ذرائع، شرائط، معائنہ، گھائل، پائپ، سائنس وغیرہ۔

18۔ نمبر 17 کے برعکس اگر الف کے بعد زبر کی آواز ہوتو ی آئے گی جیسے: شاید، باید، عنایت، حمایت، شکایت، رعایت، پایل، کویل، ولایت، پنچایت، سرایت، نہایت، روایت وغیرہ

رشید حسن خان اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں ''قاعدہ یہ ہے کہ جب درمیان لفظ ''ی'' پر زبر ہوگا تو اس جگہ ہمزہ کبھی نہیں آئے گا اور مکسور ہونے کی صورت میں ہمزہ آئے گا''(1) لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں کہ فارسی کے کچھ حاصل مصدر ایسے ہیں جن میں ہمزہ کی جگہ ''ی'' آئے گی، ایسے حاصل مصدر، آسایش، افزایش، فرمایش، پیمایش، نمایش وغیرہ ہیں۔(2) اس کے ساتھ ہی آپ نمایندہ، رایگاں، پایداری، شایستہ (3) جایداد، جاے نشین وغیرہ بھی ''ی'' سے لکھتے ہیں۔(4)

19۔ رشید حسن خان کی یہ بات تسلیم کرنے میں ہمیں تامل ہے۔ کیونکہ اردو میں جو اصول کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ لفظ کے درمیان الف کے بعد اگر ''ی'' آئے گی تو زبر کے ساتھ پڑھی جائے گی اور اگر زیر کی آواز ہوگی تو ''ء'' آئے گا۔ جو قاعدہ رشید حسن خان نے تحریر کیا ہے وہ فارسی لہجے سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ فارسی میں ''ی'' کی آواز کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے یعنی ایرانی ''آسائش'' کو (آسا+ای+ش)، رائگاں کو (رای+گاں)

1۔ صحیح املا۔ص80

2۔ ایضاً۔ص78

3۔ ایضاً۔ص79

4۔ ایضاً۔ص74

اور نمائش کو (نما-ای-ش) پڑھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے لفظوں میں بھی ''ی'' کو کھینچ کر پڑھتے ہیں۔ جب کہ اردو میں اس کا تلفظ زیر کے ساتھ ادا ہوتا ہے یعنی (آراءش)، (راءگاں) (نماءش) وغیرہ فارسی والے الف کے بعد ی کو ''ای'' کے تلفظ سے ادا کرتے ہیں۔ مگر اردو میں ساکن الف کے بعد ''ی'' ''ء'' کی آواز سے پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا اردو میں ایسے تمام الفاظ ''ء'' سے لکھے جائیں گے۔ جیسے آسائش، نمائش، افزائش، فرمائش، پیمائش، رائگاں وغیرہ۔ رشید حسن خان نے فارسی تلفظ اور املا کو ترجیح دی ہے لیکن اردو میں ایک واضح اصول کے ہوتے ہوئے فارسی تلفظ کی پیروی کرنا درست نہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ تحریر کرتے ہیں کہ آزمائش، نمائش، آئندہ اور نمائندہ وغیرہ الفاظ ہمزہ اور ی دونوں سے صحیح ہیں (1)، اسی طرح ترقی اردو بورڈ (بھارت) کی سفارشات کے مطابق ''فارسی کے وہ حاصل مصدر جن کے آخر میں ''ش'' ہوتا ہے اگرچہ ان میں ازروئے اصل ''ی'' ہوتی ہے، لیکن تلفظ میں ''ی'' اور ہمزے کی درمیانی آواز سنائی دیتی ہے...... اس لیے ازروئے اصل لکھا جائے تو ''ی'' سے صحیح ہے لیکن ازروئے اردو تلفظ ہمزے سے درست ہے چنانچہ ایسے الفاظ کے دونوں املا کو صحیح مان لینا چاہیے۔'' (2) بورڈ کے اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی بھی ممبر تھے جن کی مداخلت کے باعث بورڈ کوئی واضح حل تلاش نہ کر سکا۔ اس مسئلے کو ڈاکٹر سید عبداللہ نے صاف الفاظ میں بیان کیا ہے، آپ اپنے مضمون ''اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' میں ''اردو کے معمولات'' میں تحریر کرتے ہیں۔ ''آج کل ایرانی جن الفاظ میں ''ی'' لکھتے اور بولتے ہیں لیکن اردو میں انہیں ''ء'' سے لکھنے کا دستور رہا ہے، اس لیے ان الفاظ میں ایرانیوں کا اتباع ضروری نہیں مثلاً آئندہ، گنجائش، زیبائش، نہ کہ (آیندہ، گنجایش، زیبایش) علی ھذا عربی الاصل الفاظ مثلاً مشائخ، لائق، فائق، نہ کہ (مشایخ، لایق،

1- اردو املا اور رموز اوقاف۔ ص 78

2- ایضاً ص 74

فایق) (1) ان تمام اصحاب میں ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے سب سے وقیع ہے اور اردو میں یہی درست ہے۔

20۔ فارسی میں جہاں ''ی'' کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے اردو میں وہاں ''ء'' اور ''ی'' دونوں کا استعمال ہوتا ہے۔ فارسی والے ''ای'' کے تلفظ کو صرف ''ی'' سے ظاہر کرتے ہیں لیکن اردو میں ''ی'' یا ''اے'' کے تلفظ کو ''ء+ی'' یا ''ء+ے'' سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے تائید (تا ای+د) آئینہ، پائیں، آئیں، کھائیں، لائیں، بائیسکل، ادائیگی، ہم سائیگی، سزائیں، جبرائیل، میکائیل، مائیں، گائیں، بزم آرائیاں وغیرہ۔ ان الفاظ کو آئیں کے بجائے ''آیں'' یا جائیں کے بجائے ''جایں'' لکھنا غلط ہے۔ اسی طرح ہایں، کھایں، سزایں، بزم آرایاں وغیرہ لکھنا بھی غلط ہے۔

21۔ کچھ اصحاب کی رائے ہے کہ ایسے الفاظ مثلاً رائے، گائے، پائے وغیرہ یعنی جو اسم ہوں اور الف کے بعد ''ے'' پر ختم ہوتے ہوں، ان کی ''ے'' پر ہمزہ نہ لگایا جائے۔ لیکن اگر فعل ہوں تو ہمزہ سے لکھا جائے مثلاً ''جائے'' (جانا فعل) ہمزہ سے لکھیں اور گائے (جانور) پر ہمزہ نہ لگائیں۔ اسی طرح گائے (فعل) ہمزہ سے لکھیں اور گائے (جانور) پر ہمزہ نہ لگائیں۔ ڈاکٹر عبدالستار فرماتے ہیں۔'' گاے، جاے، راے، ہاے وغیرہ میں ہمزہ نہ چاہیے۔''(2)
رشید حسن خان تحریر کرتے ہیں ''راے، گاے، ہاے، واے میں ہمزہ نہ چاہیے۔''(3)
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں ''پاے، گاے، راے، سراے، بجاے، ہمزہ سے نہیں لکھنا چاہیے۔(4) مطلب یہ کہ اس قسم کے جتنے بھی الفاظ ہیں ان پر ہمزہ نہیں لگانا چاہیے۔ ان آراء کے برعکس ڈاکٹر ابو محمد سحر اپنے مضمون ''اردو املا کی اصلاح'' میں

1۔ اردو املا اور موز اوقاف۔ ص۔ 287
2۔ اردو املا اور موز اوقاف۔ ص۔ 58
3۔ صحیح املا۔ ص 55
اردو املا اور موز اوقاف۔ ص 321

لکھتے ہیں۔ ''اردو املا کی اصلاح کی باقاعدہ اور ہمہ گیر کوشش غالباً پہلی بار مئی 1905ء کے رسالہ ''فصیح الملک'' کے ذریعے منظر عام پر آئی جس میں مولانا مارہروی نے کئی تجویزیں پیش کیں'' اس کے بعد انجمن ترقی اردو ہند نے 1943ء میں ایک اصلاحی کمیٹی مقرر کی،'' کمیٹی کی تجاویز جن کے مرتب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی تھے، 16 ستمبر 1943ء کے ''ہماری زبان'' میں شائع کی گئیں لیکن بقول پروفیسر آل احمد سروران تجاویز پر پورا عمل نہ ہو سکا۔ 1956ء میں ایک بار پھر ماہرین کی کمیٹی بنائی گئی اور لوگوں کی رائے معلوم کرنے کے لیے سوالنامے کے جواب میں اسّی جواب موصول ہوئے .... مگر انجمن کی 1957ء کی کانفرنس میں اس کی اتنی مخالفت ہوئی کہ معاملہ آگے نہ بڑھ سکا......... بہر حال میری رائے میں اس معاملے میں پس و پیش نہ کرنا چاہیے۔''(1)

ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں۔'' اسی مضمون میں انہوں نے نہ صرف انجمن کی پچھلی اصلاحات کی تعریف کی ہے بلکہ اس سے کچھ آگے بڑھ کر اظہار رائے فرمایا ہے'' مذکورہ بالا دو اقتباس میں ''رائے'' کا لفظ دو بار استعمال ہوا ہے۔ ایک بار پروفیسر آل احمد سرور نے کیا ہے جو انجمن کے سیکرٹری تھے۔

اور دوسری بار ڈاکٹر ابو محمد سحر نے لکھا ہے، دونوں ماہرین نے ''رائے'' پر ہمزہ لگایا ہے۔ اب اگر ''رائے'' پر ہمزہ آ سکتا ہے تو ''برائے'' پر بھی آ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے الفاظ میں الف اور ''یے'' دو حرف علت ساتھ ساتھ آتے ہیں اور یہ اصول ہے کہ لفظ کے درمیان ''الف'' کے بعد آنے والے ''و'' ''ی'' ''ے'' پر ہمزہ آتا ہے کیونکہ لفظ میں ''الف'' ہمیشہ ساکن حالت میں اپنے سے پہلے لفظ سے مل کر آواز دیتا ہے لہذا ''الف'' کے بعد والا حرف علت بغیر ''ء'' کے متحرک نہیں ہو سکتا اور نہ آواز دے سکتا ہے۔ مثلاً رائے (را + ے) یہاں دوسرا ''الف'' اپنی مکمل آواز نہیں دیتا بلکہ خفیف آواز دیتا ہے۔ لہذا ''ء'' لگایا جاتا ہے یعنی (را + ئے) لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح

1۔ اردو میں لسانیاتی تحقیق، 1971ء۔ ص 466

(گا+ ئے)، (سرا+ ئے) وغیرہ کے ساتھ گائے (Cow) بغیر ہمزہ سے لکھنا اور (گائے) فعل پر ہمزہ لگانا، املا کے اصول کے خلاف ہے۔ مزید براں جب ہم ان الفاظ کی جمع بناتے ہیں جیسے گائے سے گائیں، سرائے سے سرائیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ جمع کی صورت میں ان پر ہمزہ آتا ہے کیونکہ یہ اصول پہلے ہی طے ہو چکا ہے کہ ''اے'' یا ''ای'' کی آواز کے لیے ''ء+ ی'' استعمال ہوں گے۔ اس کے علاوہ اردو کا یہ اصول بھی طے ہو چکا ہے کہ لفظ میں ''الف'' کے بعد ''ی'' آئے تو ''ی'' زبر سے پڑھی جائے گی۔ جیسے، شاید، باید، حکایت وغیرہ۔ لہذا اگر ہم گائے کی جمع ''گایں'' اور سرائے کی جمع ''سرایں'' لکھیں تو اردو میں ان کا تلفظ ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ ہندی رسم الخط میں بھی جب یہ الفاظ لکھے جاتے ہیں تو گا۔ چا وغیرہ کے بعد ''ء'' کی آواز کی ماترا لگائی جاتی ہے۔ لہذا ایسے تمام الفاظ چاہے وہ اسماء ہوں یا افعال، ان پر ''الف'' کے بعد ''ے'' پر ہمزہ لگایا جائے گا۔ جیسے چائے، گائے، برائے، بجائے، سوائے، لائے، سنائے، دکھائے وغیرہ۔ ان الفاظ میں ہم فارسی زبان کی تقلید نہیں کر سکتے کیونکہ فارسی میں ''یے'' کا استعمال شاذ ہی ہوتا ہے جب کہ وہ ''ی'' لکھتے ہیں یعنی خدائے کو ''خدای'' تحریر کرتے ہیں۔ اسی طرح ''رائے'' کو ''رای'' لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی اس ضمن میں فرماتے ہیں، '' گائے'' پر تلفظ کی آسانی کے لیے ہمزہ لگایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح درست ہوگا۔ ''رائے'' اصل میں عربی لفظ ''رائی'' کی بدلی ہوئی شکل ہے فارسی والے ہمزہ نہیں لکھتے البتہ اردو والوں نے اسے ''ء'' کے ساتھ اپنا لیا ہے۔ لہذا ''ء'' کے ساتھ لکھنا درست ہے۔ باقی بھی (گائے، آئے وغیرہ) درست ہے کہ مزاج زبان کی ضرورت کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔ (1) ڈاکٹر یزدانی کا یہ فرمانا بجا ہے کہ املا میں مزاج زبان کا خیال رکھا جائے تا کہ تلفظ کی ادائیگی میں دشواری نہ ہو۔

22۔ اضافت کی صورت میں بھی ''ء'' کے استعمال میں اختلاف موجود ہے۔ فارسی داں طبقہ ''ے'' پر ''ء'' لگانے کے خلاف ہے۔ لیکن اردو زبان کے مزاج اور تلفظ میں ''ء''

1۔ مکتوب بنام راقم، مورخہ یکم جنوری 1990ء

ضرورت بن گیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جن لفظوں کے آخر میں ''الف'' ہو اور اس سے پہلا حرف مفتوح ہو تو اضافت کی صورت میں ''الف'' کے بعد ''ئے'' کا اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے صدا سے صدائے دل۔ اسی طرح سرائے فانی۔ رائے عالی۔ مبتلائے آفت۔ دوائے دل۔ سزائے قید۔ دریائے لطافت۔ رویائے صادقہ۔ دعائے مظلوم وغیرہ میں ''ے'' پر ''ء'' ہے یعنی اضافت کے لیے ''ئے'' کا استعمال ہوا۔ یہ اردو کے اس اصول کا حصہ ہے کہ جب بھی ''ای'' یا ''اے'' کی آواز کھینچ کر پڑھی جائے گی ''ء'' اور ''ے'' دونوں آئیں گے۔

اضافت کے مسئلے میں بھی اردو تلفظ کو اہمیت دینی چاہیے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ گائے، چائے، لائے، رائے، جائے، میں تلفظ کی ادائیگی کے لیے ''ء'' آتا ہے۔ اسی طرح اضافت کی ''ے'' پر بھی ہمزہ لگایا جانا ضروری ہے۔ جب ہم ''بنائے'' کی ''ے'' پر ہمزہ لگاتے ہیں تو آ بنائے کی ''ے'' پر بھی ہمزہ لگائیں۔ رائے اور سرائے پر ''ء'' لگاتے ہیں۔ تو ''رائے عالی'' اور ''سرائے فانی'' پر بھی ہمزہ لگائیں۔ اسی طرح عربی کے الفاظ میں تو ''ء'' پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ وہاں اضافت کی صورت میں ''ء'' لگانا تو ویسے بھی لازمی ہے مثلاً شعرا سے شعرائے جدید اور وزرائے کرام، علمائے کرام، حکمائے قدیم، ابتدائے عشق، ارتقائے حیات، انتہائے غم، انبیائے کرام، شہدائے کربلا، مبتلائے آفت، جائے پناہ، وغیرہ۔ فیروز اللغات جامع (اردو) اور علمی لغت جامع (اردو) کے جدید ایڈیشن میں اضافت کی ''ے'' پر ہمزہ دیا گیا ہے۔

23۔ اسی طرح جب کوئی لفظ ''و'' پر ختم ہوتا ہے اور اس سے ماقبل حرف پر ''پیش'' ہو تو اضافت کے لیے جب ''یے'' کا اضافہ کیا جائے گا تو اس ''یے'' پر ہمزہ آئے گا جیسے: رو سے روئے یار، بو سے بوئے گل، خو سے خوئے دوست، کو سے کوئے یار، اسی طرح سوئے چمن، گفتگوئے غیر، آبروئے وطن، اردوئے معلا، وغیرہ ان الفاظ میں بھی اضافت کی ''ے'' کا تلفظ ''اے'' ہے نہ کہ ''یے'' ان الفاظ کو ہم ''خویے'' یا ''بویے'' کی صورت میں ادا نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں

''اگر لفظ کے آخر میں واؤ ہوتو ''ئے'' کا اضافہ کیا جائے۔ مثلاً روئے روشن وغیرہ۔''(1)
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی اس رائے کو درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ ''اضافت کے لیے اگر مضاف کے آخر میں الف یا واو ہوتو اضافت ''ے'' سے ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنی بغیر ''ء'' جیسے ''کوے یار'' وغیرہ (2) اسد اللہ خان غالب کی کتاب ''اردوئے معلا'' مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل جو مجلس ترقی ادب، لاہور نے 1969ء میں شائع کی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر 40 پر اس کی طبع اول کا عکس دیا ہوا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار 1869ء بمطابق 1285ھ زیر اہتمام میر فخر الدین شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے نام ''اردوئے معلا'' میں ''ے'' پر ''ء'' موجود ہے۔ (3) پروفیسر غلام رسول اپنے مقالے ''اردو املا کے مسائل کا حل'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''ایسے الفاظ جن کے آخر میں الف یا واو آئے، ان کو اضافت کی صورت میں ہمزہ کے ساتھ ''ئے'' بڑھا کر لکھنا چاہیے۔ اس کے برخلاف جو عمل ہے وہ بے قاعدہ ہے۔ صحیح املا یوں ہے۔ دانائے روزگار، خوئے دوست، علمائے کرام، ابتدائے آفرینش وغیرہ۔ (4)

24۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری ایک نیا کلیہ پیش کرتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ فارسی کے وہ الفاظ جو ''ا'' یا ''و'' پر ختم ہوتے ہیں ان میں ''ی'' پوشیدہ ہوتی ہے اور اضافت کی صورت میں ظاہر ہوجاتی ہے۔ لہذا اس ''ی'' پر ہمزہ لگانے کی ضرورت نہیں جیسے ''خدا'' دراصل ''خدا یِ'' ہے اور ''رو'' اصل میں رویے'' ہے۔ اسی طرح عربی کے جو الفاظ ''ا'' یا ''و'' پر ختم ہوتے ہیں ان کے آخر میں ہمزہ ہوتا ہے۔ جو اردو تحریروں میں پوشیدہ رہتا ہے۔ لیکن اضافت کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے۔ لہذا عربی الفاظ میں اضافت کی ''ے'' کی ضرورت نہیں مثلاً شعرا اصل میں شعراء ہے اس لیے اسے شعراء کرام لکھنا چاہیے۔ (5)

1۔ اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اردو کے معمولات مشمولہ اردو املا و رموز و اوقاف ص 288

2۔ اردو املا و رموز و اوقاف ص 322

3۔ اردو معلا ص 40، از اسد اللہ خان غالب مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل مجلس ترقی ادب اردو، لاہور، 1969ء

4۔ اردو املا کے مسائل کا حل، اردو نامہ کراچی، دسمبر 1966ء

5۔ اعرابی نظام، اردو املا و رموز و اوقاف ص 67 تا 71

اب اگر ہم ڈاکٹر موصوف کے کہنے کے مطابق الفاظ لکھیں اور پڑھیں تو یہ الفاظ اردو مروجہ طریق اور تلفظ سے دور جا پڑیں گے مثلاً ''خدائے بزرگ'' کو'' خدای بزرگ'' پڑھنا پڑے گا۔ اس طرح اردو میں ''خدا' کی جگہ'' خدای'' کے معنی کچھ اور ہو جائیں گے۔ دوسری طرف یہ کہنا کہ'' شعراء کرام'' پڑھا اور لکھا جائے کچھ اچھا دکھائی نہیں دیتا کیونکہ جب ہم نے فارسی اور عربی الفاظ کو اردو میں داخل کر لیا تو وہ اردو کے ہو گئے لہٰذا ان کا استعمال بھی اردو اصول کے مطابق کیا جانا چاہیے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے فرمان کے مطابق عمل کرنے سے یہ مشکل پیش آئے گی کہ اضافت کے عمل سے پہلے لفظ کی فارسی یا عربی تصدیق ضروری ہو جائے گی نیز ایسے الفاظ جو فارسی اور عربی دونوں میں مستعمل ہیں ان کا طریق کار کیا ہوگا؟ جب ہم نے اردو میں ایک طریقہ وضع کر لیا ہے کہ جہاں بھی ''اے'' یا'' ای'' کی آواز کھینچ کر پڑھی جائے گی وہاں '' ء'' اور'' ے'' دونوں آئیں گے تو عربی، فارسی، ہندی، ترکی وغیرہ الفاظ میں مختلف طریقے اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پھر ڈاکٹر موصوف کے اپنے طریق کار سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ خود اضافت میں ایک جگہ'' ے'' اور دوسری جگہ'' ء'' استعمال کر رہے ہیں۔ یعنی'' ء'' اور'' ے'' دونوں کے قائل ہیں۔ نیز یہ بحث آگے آئے گی کہ عربی الفاظ کا'' ء'' کہاں پوشیدہ کر دیا جاتا ہے اور کہاں نہیں کیا جاتا۔ اس اصول کے تحت ڈاکٹر شوکت سبزواری کا طریقہ غلط قرار پائے گا۔

25۔ فارسی میں جگہ کے لیے'' جا'' اور'' جائے'' دونوں مستعمل ہیں۔ اسی طرح'' پاؤں'' یا'' بنیاد'' کے لیے'' پا'' اور'' پائے'' دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً جائے نشیں۔ پائے بوسی۔ ہزار پا۔ ایں جا، وغیرہ لیکن اردو میں اس کا استعمال بطور سابقہ ہے اور لفظ میں وہ ہی سابقہ استعمال میں آتا ہے جو مروج ہو چکا ہے اور قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔

مثلاً:	فارسی میں جائے نشیں	اردو میں جانشیں
	فارسی میں پائے بوسی	اردو میں پابوسی
	فارسی میں پائے جامہ	اردو میں پاجامہ

فارسی میں جایداد	اردو میں جائے داد (جائیداد)
فارسی میں رایگاں	اردو میں رائے گاں (رائیگاں)
فارسی میں پایدار	اردو میں پائے دار (پائیدار)

اردو میں یہی زیادہ مقبول طریقہ ہے۔ کچھ لوگ جائداد اور پائدار بھی لکھتے ہیں جو تلفظ کے لحاظ سے قریب تو ہیں۔ لیکن زیادہ مروج نہیں۔ حقیقی تلفظ "ئے" کے ساتھ ادا ہوتا ہے۔

26۔ اضافت کی "ے" اور "ء" کے استعمال میں اردو دان طبقے اور اہل زبان حضرات کی تحریروں سے چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں جو اس امر کی دلیل ہیں کہ اردو میں ان کا استعمال اسی طرح کیا گیا ہے جس طرح راقم نے بیان کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی "الفاروق" میں "انبیائے سابقین" (1) تحریر کرتے ہیں یعنی "انبیاء" کی اضافت میں "ئے" تحریر کرتے ہیں، مولانا اسی کتاب کے صفحہ نمبر 39 پر تحریر کرتے ہیں، "اس کتاب کی صحت طبع میں اگر چہ کچھ کم کوشش نہیں کی گئی۔ کاپیاں میں نے خود دیکھیں اور بنائیں" (2) علامہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ "ئے" علامہ نے خود لکھی ہے۔ حفیظ جالندھری اپنی نظم "اسلام" میں "گدائے، اجزائے" کے الفاظ تحریر کرتے ہیں۔ (3) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اپنے مضمون "فن تحقیق" میں "رائے" "علمائے کرام" "برائے" تحریر کرتے ہیں۔ (4) ڈاکٹر وحید قریشی سابق چیئرمین مقتدرہ قومی زبان، اپنے مضمون "تحقیق کے تقاضے" میں "بجائے" اور فضلائے نثر (5) تحریر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے مضمون "تحقیق و تنقید" میں شعرائے دہلی" اور "دنیائے آب و گل" تحریر کرتے ہیں۔ (6) محمد بخش مہجور نے اپنی کتاب کا نام "انشائے نورتن" لکھا ہے۔ محمد بخش مہجور جرأت کے شاگرد تھے۔ ان کی یہ کتاب میر امن کے قصہ چہار درویش کے فوراً بعد اور

1۔ الفاروق۔ ص 226 علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، اعظم گڑھ، 1898ء

2۔ ایضاً۔ ص 39

3۔ نظم "اسلام" اردو کی آٹھویں کتاب ص۔ 12 پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، 1987ء

4۔ اردو میں اصول تحقیق جلد اول مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش ص 54,45,43 مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

5۔ تحقیق کے تقاضے "اردو میں اصول تحقیق"۔ ص 25-23

6۔ انشائے نورتن۔ مطبع نشی نول کشور لکھنو، 1824ء

رجب علی بیگ سرور کی کتاب فسانہ عجائب سے پہلے لکھی گئی تھی ۔(1) حیدر بخش حیدری اپنی کتاب ''آرائش محفل'' میں ''مہماں سرائے'' خدائے کریم'''' برائے خدا'' ''بلائے عظیم'''' گائے'''' لائق'' تحریر کرتے ہیں ۔(2) مولانا سید ابوالحسن ندوی اپنی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم میں ''رائے'''' دعائے مائدہ'''' برائے'' تحریر کرتے ہیں ۔(3) کتاب کی جلد پنجم میں آپ نے '' خلفائے راشدین''(4) تحریر کیا ہے۔ ''منشی نکو دریا مل بھلہ'' نے گورنمنٹ آف انڈیا کے نصاب کے مطابق تحصیل داروں کی ٹریننگ کے لیے کتاب ''مساحت کی ہدایت'' تحریر کی ۔اس کے صفحہ اول پر تحریر ہے۔ ''برائے افادہ امیدواران امتحانات تحصیل داران''(5) ''کریم اللغات'' جو 1861ء میں حسب الحکم ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب، مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور نے تصنیف کی اور بعد میں تصحیح برائے افادہ عوام منشی عزیز الدین، نجم الدین لاہور نے شائع کی ۔اس لغت میں '' جائے'''' پائے'''' چائے'''' پائیدار'''' رائگاں'' وغیرہ ''ء'' اور ''ے'' سے موجود ہے۔ دیوان غالب جو ماورا پبلی کیشنز نے شائع کیا ہے، اس کی ابتدا میں ''عرض ناشر'' کے تحت لکھا ہوا ہے دیوان غالب کے مختلف نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے کوشش کی ہے کہ اس میں املا صرف ونحو اور زبان کی کوئی غلطی نہ ہو۔ اس دیوان میں اضافت کی ''ے'' پر ''ء'' موجود ہے۔ مثلاً ہوائے سیر گل ۔وائے دیوانگی شوق ۔ڈاکٹر غلام رسول مہر نے دیوان غالب کی شرح نوائے سروش'' کے نام سے شائع کی اور ''نوائے'' پر ''ء'' موجود ہے۔

1۔ انشائے نورتن ۔مطبع منشی کشور لکھنو، 1824ء

2۔ آرائش محفل، حیدر بخش حیدری، منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور، 1881ء، ص 55,37,29,22,17,11

3۔ تاریخ دعوت وعزمیت ص 112-123 مولانا سید ابوالحسن ندوی جلد سوم طبع مجلس نشریات اسلام کراچی، 1987ء

4۔ ایضاً ص 249 جلد پنجم

5۔ مساحت کی ہدایت ص 1، از منشی نکو دریا مل بھلہ جنرل لا، بکس ایجنسی امرتسر، 1928ء

27- اگر لفظ ''وْ'' پر ختم ہوتا ہو اور اس سے پہلے ''الف'' نہ ہو بلکہ کوئی اور حرف ہو جس پر پیش نہ ہو، زبر، زیر یا ساکن ہو تو ''وْ'' کے بعد اضافت کے لیے ''ئے'' نہیں آئے گی بلکہ ''وْ'' کے نیچے زیر لگا کر اضافت کا کام لیا جائے گا۔ جیسے سرو سے سروِ باغ، خسرو سے خسروِ پرویز، پیروِ میر، دیوِ ظلمت وغیرہ، پروفیسر رشید حسن خان بھی یہی فرماتے ہیں کہ جن لفظوں کے آخر میں ''وْ'' ہو اور اس کا ماقبل مکسور یا ساکن ہو ان صورتوں میں ''وْ'' پر اضافت کا زیر آئے گا۔(1)

28- اضافت کے ضمن میں رشید حسن خان تحریر کرتے ہیں '' کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں ''ی'' موقوف ہوتی ہے۔۔۔اضافت کی صورت میں اس پر بھی ہمزہ کبھی نہیں آئے گا جیسے: وحیِ خدا، مرضیِ مولا، سعیِ غیر، فدویِ خاص، فارسیِ جدید۔۔۔اسی طرح جن لفظوں کے آخر میں ''ے'' ہوگی وہاں بھی اضافت کے لیے ہمزہ نہیں آئے گا جیسے: پےِ دنیا، شےِ لطیف وغیرہ۔''(2)

رشید حسن خان کی یہ رائے بھی کوئی وزن نہیں رکھتی۔ وجہ یہ ہے کہ ''الف، واو، ی، اگر لفظ کے آخر میں آئیں یا درمیان ہمیشہ ساکن ہوں گے یا صرف ایک حرکت قبول کریں گے۔ اگر ان پر دو حرکت ہوں گی تو ''ء'' یا تشدید کا سہارا دینا پڑے گا۔ خاص طور پر ''ی یا ے'' دو حرکتوں کو قبول نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے کہ ماہرین زبان و ادب نے ''ی اور ے'' پر ہمزہ لگایا ہے۔ ''الف ی یا ے'' خصوصاً جب لفظ کے آخر میں ہوں تو ساکن ہونے کے سبب اپنے پہلے حرف سے مل کر آواز دیتی ہے۔ اس لیے جب اس کے ساتھ دوسری آواز یا حرکت شامل کی جائے گی تو ان حروف پر تشدید یا ہمزہ مع زیر لگانا پڑے گا۔ دیوان غالب میں یہ عمل کارفرما ہے۔ مثلاً ے وائے دیوانگیِ شوق کہ ہم دم مجھ کو ے ''ہوائے گل، آئینۂ بے مہریِ قاتل'' ے زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب ے کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجیے'' دیوان غالب کی غزل کا قافیہ تمام

1- صحیح املا ص: 75

2- ایضاً ص 71,70

اسی طرح ہے یعنی جاودانیٔ شمع، زندگانیٔ شمع، زبانیٔ شمع، فسانہ خوانیٔ شمع، ناتوانیٔ شمع، پرفشانیٔ شمع، گل خزانیٔ شمع، بدگمانیٔ شمع'' (1) بال جبریل میں علامہ کا مصرع ''کشتیٔ دل کے واسطے سیل ہے عہد شباب اسی طرح ''وادیٔ ایمن'' ''ساقیٔ ارباب ذوق'' ''رعنائیٔ تعمیر'' ''بیداریٔ شب'' ''گرمیٔ آرزو فراق'' (2) اسی طرح بانگ درا میں ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی تھا'' (3) بال جبریل میں'' میرا سوز دروں پھر گرمی محفل نہ بن جائے'' (4) ارمغان حجاز میں'' مفتیٔ اعظم'' ''بیداریٔ ایام'' ''تلافیٔ مافات'' (5) ضرب کلیم میں'' بے مہریٔ صیاد'' ''وادیٔ ایمن'' (6) کلیات ظفر میں'' ساقیٔ بزم'' مستیٔ سرشار'' (7) ''ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں'' ''شوخیٔ رندانہ ماہر القادری لکھتے ہیں: ''شراب ساقیٔ رومی سے سرمست خودی ہو کر'' (8) ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں وہ امور جو میرے نزدیک مبادیٔ اقبال کا درجہ رکھتے تھے۔ (9) میر حسن نے فضائل علی بے قید کے ترجمے میں تحریر کیا ہے۔'' ...... از فراق محبوب چواں ماہیٔ بے آب وآ ہوان بی صحرا می تپید و وحشت می نمود'' ایک اور جگہ تاباں کو لکھا ہے'' ...... بلکہ گرمیٔ بازار ریختہ از آں شعلہ رو دوبالا شد (10) ...... ''دیوان زادہ کے دیباچہ میں شاہ حاتم نے لکھا ہے۔'' سرخیٔ غزلیات (11) ......'' فضلی نے کربل کتھا کی تالیف کے ضمن میں لکھا ہے'' ترجمہ اس کتاب کا برنگینیٔ عبارت وحسن

---

1. دیوان غالب ص 58,10,9,13
2. بال جبریل ص 114,145,107,97,100
3. بانگ درا ص 193
4. بال جبریل ص 10
5. ارمغان حجاز ص 20,35,361,44
6. ضرب کلیم ص 107-140
7. کلیات ظفر ص 458 جلد اول سنگ میل پبلی کیشنز فون 1968
8. نظم اقبال ہفت روز ہلال 9 نومبر 1977
9. مسائل اقبال ص 17 لاہور مئی 1974ء
10. تذکرہ شعرائے اردو ص 35,118
11. نقد متن'' اردو میں اصول تحقیق'' ص 381

Scanned with CamScanner

استعارات ہندی(1) میر تقی میر نے لکھا'' بادشاہ محمد شاہ، براو فرمائش شنوئ حقہ کردہ بود(2) اسی طرح سید سلیمان ندوی تحریر کرتے ہیں'' وحِی حقیقی''، ''وحِی الٰہی'' ''زندگیِ فانی''(3) عربی میں بھی یہ طریق کار ہے یعنی ''ی'' آخر میں یا تو موقوف ہوگی یا اس پر صرف ایک حرکت ہوگی اور اگر دو حرکتیں ہوں گی تو ''ی'' پر ''ء'' یا تشدید ضرور آئے گی کیونکہ ''ی'' زیر کے ساتھ دو حرکتیں قبول نہیں کر سکتی۔ مثلاً

ا: يقول للناس كونوا عباد الِيّ ....الخ سورۃ آل عمران:5

ب: قل انما انا بشر مثلكم يوحى الَيّ......الخ سورۃ الکہف:110

ج: قال كذلك ربك هو عَلَيَّ......الخ سورۃ مریم:21

د: بلسان عَرَبِيّ مبين سورۃ الشعرا:195

ہ: فامنوا بالله ورسوله النَبِيّ الاُمِّيّ سورۃ الاعراف:158

و: فبِاَيِّ الاء ربكما تكذبن سورۃ الرحمٰن:42

ز: وما تدرى نفس بِاَيِّ ارض تموت سورۃ آل عمران:5

ح: ينساء النَبِيّ لستعن......الخ سورۃ الاحزاب:32

ط: لقد تاب الله على النَبِيّ'' سورۃ التوبہ:117

ی: وجعلنا من الماء كل شيءٍ حَيّ سورۃ الانبیاء:35

حرکت کے ساتھ ''ی'' پر ''ء'' کا استعمال:

ا: ان الله على كل شيءٍ قدير سورۃ البقرہ:20

ب: ولا يحيطون بشيءٍ......الخ سورۃ البقرۃ:255

ج: وما يضلون الا انفسهم وما ليضرونك من شيءٍ سورۃ النساء:113

د: ان الله يامر بالعدل والاحسان
وايتائ ذى القربىٰ......الخ سورۃ النحل:128

ہ: ولا حول ولا قوة الا بالله العَلِيّ العظيم

1۔ دیباچہ کربل کتھا، ص37

2۔ نکات الشعراء ''متن کے سن تصنیف کا تعین'' از ڈاکٹر خلیق، ص342

3۔ سیرۃ النبی جلد چہارم، ص123,84,23

مندرجہ بالا تمام مثالوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''ی'' یا ''ے'' پرصرف ایک ہی حرکت قبول کرنے کی استطاعت ہوتی ہے۔ لہذا جب ہم ''ی'' یا ''ے'' کو اضافت کے لیے لاتے ہیں تو اس کی دو حرکتیں ہوجاتی ہیں۔ایک پہلے حرف کے ساتھ اور دوسری دوسرے حرف کے ساتھ جیسے (زندگی + ء+ فانی) اردو میں فارسی کی طرح ''ای'' کی آواز استعمال نہیں ہوتی۔ڈاکٹر شوکت سبزواری اپنے مضمون ''اعرابی نظام'' میں تحریر کرتے ہیں۔''زندگی کی ''ی'' میں کسرۂ اضافت کی قائم مقامی کی صلاحیت نہیں، اضافت میں اس کے ساتھ ہائے مختفی کا سا سلوک کیا جائے۔''لہذا ہم اس طرح لکھیں گے (زندگی + ء+ فانی) نہ کہ (زندگی + ی + فانی) کیونکہ اردو میں تشدید کے بجائے ''ء'' کو قبول عام کا درجہ حاصل ہے۔اس لیے ''وحیٔ الٰہی'' گرمیٔ بازار، زندگیٔ فانی'' لکھنا درست ہے اور ''وحیِ الٰہی یا گرمیِ بازار لکھنا درست نہیں۔ایک بار پھر اس بات کو یاد رکھیے کہ ''و، ی، ے'' دو حرکت قبول نہیں کرتیں۔

29۔ بعینہٖ بڑی ''ے'' کے ساتھ بھی جب اضافت آئے گی تو ''ء'' لگایا جائے گا مثلاً ''دانائے غیب'' بقائے نفس، قضائے الٰہی'' اس کے ساتھ ساتھ ''شئے لطیف'' ''پئے دنیا'''' درپئے آزار'' مئے صاف'' لکھنا درست ہے۔رشید حسن خان کا یہ کہنا کہ ''ے'' کی اضافت پر ''ء'' نہیں لگانا چاہیے'' درست نہیں۔دیوان غالب کے نسخۂ شیرانی کی ''فہرست غزلیات'' کے تحت ؎ پئے نذر کرم تحفہ شرم نارسائی کا(1) اس مصرع میں ''پے'' کی جگہ ''پئے'' موجود ہے۔علامہ اقبال کہتے ہیں۔ مرے ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر''(2) ؎ کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات''(3)

1۔ دیوان غالب نسخہ شیرانی،ص5

2۔ بال جبریل،ص147-112

3۔ ایضاً

30- اگر ''ی'' پر ہمزہ پہلے سے موجود ہو تو اضافت کی صورت میں دوسرا ''ء'' لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ''ی'' پر ''ء'' اور ''زیر'' دو حرکت کافی ہیں۔ مثلاً شناسائی حسن، رسوائیِ زمانہ، زیبائیِ چمن، رعنائیِ خیال، جدائیِ محبوب، وغیرہ اس اصول پر ماہرین کا اتفاق ہے۔

31- حروف صحیح کے لیے اضافت کا زیر کافی ہوتا ہے مثلاً دلِ ناداں، نبضِ بیمار، شہرِ خوباں، نقشِ فریادی، یہاں ''ء'' کا کوئی کام نہیں کیونکہ ''دل'' کے نیچے زیرے ''دلے'' کی آواز کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

32- کچھ ماہرین زبان کا خیال ہے کہ عربی کے وہ الفاظ جو ''الف'' پر ختم ہوتے ہیں ان میں سے بعض کے ساتھ ''ء'' ہوتا ہے۔ اردو میں یہ ''ء'' حذف کر دینا چاہیے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اپنے مضمون ''اردو املا'' میں تحریر کرتے ہیں، وہ اسم جو افتعال اور استفعال کے وزن پر مصدر ہیں اور ان کے آخر میں ''الف'' کے بعد ہمزہ ہے، یہ ہمزہ اردو میں گر جاتا ہے اور الف رہ جاتا ہے جیسے ابتدا، ارتضا، اقتدا، اکتفا، انتہا، وغیرہ (1) ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کہتے ہیں کہ عربی کے متعدد مصادر، جمع اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، اردو میں یہ لفظ الف سے بولے جاتے ہیں۔ اس لیے انہیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے جیسے ابتدا، انتہا، املا، انشا، شعرا، حکما وغیرہ (2) اس ضمن میں جو قاعدہ اور اصول اردو میں مروج ہے وہ یہ ہے کہ عربی مصادر یا مفرد الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں اور ان کے آخر میں ''ء'' آتا ہے، اردو میں وہ ''ء'' حذف ہو جاتا ہے۔ مثلاً ''ابتدا، انتہا، املا، انشا، اخفا، وغیرہ لیکن جمع الفاظ کے آخر میں جونکہ ''الف'' کو کھینچنا پڑتا ہے۔ اس لیے وہاں ''ء'' لگانا ضروری ہے ورنہ تلفظ کی ادائیگی میں دشواری ہوگی۔ مثلاً شہید کی جمع شہداء ہوگی، اگر ہم اسے بغیر ہمزہ کے لکھیں گے تو ''شہدا'' لکھا جائے گا جسے پڑھتے وقت

1- اردو املا اور رموز اوقاف، ص 54

2- ایضاً، ص 318

معنی بدل جائیں گے لہذا جمع الفاظ مثلاً انبیاء، اولیاء، وزراء، شہداء، علماء، شعراء، حکماء، فقراء، وغیرہ کو ہمزہ سے لکھنا فصیح ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ''املا کے معمولات'' میں تحریر کرتے ہیں ''اسمائے حسنیٰ'' اسمائے انبیاء اور دیگر قرآنی اعلام میں قرآنی رسم الخط استعمال کیا جائے (1) اس عبارت میں ڈاکٹر موصوف نے انبیاء کے ساتھ ''ء'' لگایا ہے۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی جلد چہارم میں ''انبیاء'' تحریر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' میں ارتقاء۔ شعراء۔ ذاتی آراء۔ لکھتے ہیں اور کتاب کے مقدمے کا عنوان ''مغربی تنقید کا ارتقاء'' رکھا ہے۔ اسی طرح آپ ''معمولی اشیاء'' تحریر کرتے ہیں۔ مولوی شمس تبریز خان نقوش اقبال میں ''عرب ممالک کے فضلاء'' برگزیدہ شعراء'' تحریر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں ''تحریک کے شعراء تحریر کرتے ہیں اور ''آزاد تلازمۂ خیال کی تحریک'' لکھتے ہیں۔ سید عبدالواحد معینی ''مقالات اقبال'' میں ''اولیاء'' ''فقہاء'' اور ''وزراء'' (2) تحریر کرتے ہیں۔ لہذا عربی کے ایسے الفاظ جو جمع ہیں اور الف کے بعد ان کے ساتھ ہمزہ آتا ہے۔ اردو میں ہمزہ لگایا جائے اور یہی عمل فصیح ہے۔ بغیر ہمزہ لگائے ''شہدا'' اور ''آرا'' کو دوسرے معانی بھی دیے جاسکتے ہیں۔

33۔ اضافت کے ضمن میں ہائے مختفی یعنی ''ہ'' کے لیے یہ اصول ہے کہ اس پر ہمزہ لگایا جاتا ہے۔ جیسے: ''روزۂ رمضان'' ''جامۂ ابریشم'' ''خانۂ خدا'' ''نشۂ دولت'' ''نذرانۂ عقیدت'' وغیرہ یہاں یہ خیال رہے کہ ''ہ'' کی آواز خفی ہونی چاہیے۔ اس اصول پر تمام ماہرین کا اتفاق ہے۔ لیکن اگر ''ہ'' کی آواز خفی نہ ہو اور مکمل آواز دے رہی ہو تو پھر ہمزہ کی جگہ زیر لگایا جائے گا مثلاً ''راہِ پرخطر''، ''تہِ گردوں''، ''گواہِ خاص''

1۔ ایضاً، ص385

2۔ مقالات اقبال، ص135,134

''گرہِ پیچدار''،''کلاہِ شاہی''،''شہنشاہِ دو جہاں'' وغیرہ۔

34۔ رشید حسن خان ''پانو، گانو'' وغیرہ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں ان سب کے آخر میں واؤ آ گے گی اور اس سے پہلے نون غنہ 1۔ آپ مزید کہتے ہیں' پانو کی جمع ''پانوؤں'' بنے گی.....اسی طرح گانو کی جمع ''گانوؤں'' ہوگی اور ''کھڑانو'' کی ''کھڑانوؤں'' آئے گی۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں ''ذیل کے لفظوں میں نون غنہ کے بعد واؤ ساکن ہے اس لیے ہمزہ نہیں لکھا جائے گا مثلاً پانو، چھانو، دانو، گانو، جمع گانوؤں 2 ہو سکتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر پہلے کبھی رہی ہو۔ مگر عرصے سے متروک ہے آج کل جو مقبول اور مروج طریقہ ہے وہ گاؤں، پاؤں، چھاؤں، کھڑاؤں وغیرہ ہے۔ یعنی واؤ ''ء'' کے ساتھ ہے اور نون غنہ بعد میں ہے۔ حیدر بخش حیدری نے آرائش محفل مطبوعہ 1881ء میں ''پاؤں'' ''گاؤں'' 3 لکھا ہے۔ مساحت کی ہدایت میں ''گاؤں'' درج ہے۔ یہ کتاب منشی نکو دریا مل بھلہ نے برائے استفادہ امیدواران امتحانات تحصیل داراں 1928ء میں لکھی پاؤں، گاؤں، چھاؤں، وغیرہ واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہیں۔ مثلاً میرا گاؤں، ہزاروں گاؤں وغیرہ۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی لکھتے ہیں۔'' گاؤں، پاؤں وغیرہ درست ہے گانو، پانو قدیم صورت ہے اور آج کل متروک ہے۔ ویسے بھی حسن صورت سے عاری اور ذوق نظر پر گراں گزرتی ہے۔'' کلیات ظفر جلد اول میں ''پاؤں'' تحریر ہے۔

35۔ اردو کی کچھ ایسی جمع ہیں جو متعدی صورت میں دو ''ؤ'' سے لکھی جاتی ہیں۔ جیسے ہندو سے ہندوؤں، ابرو سے ابروؤں، پہلو سے پہلوؤں، بازو سے بازوؤں، آنسو سے آنسوؤں، دیو سے دیوؤں، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی بھی اسی اصول کے پابند ہیں۔ آپ ''اردو املا'' میں لکھتے ہیں۔ ''بچھوؤں کو بچھووں' ہندوؤں کو ہندووں، لکھنا درست

1۔ صحیح املا۔ص23

2۔ اردو املا اور رموز اوقاف،ص75

3۔ آرائش محفل،ص128,59,24

نہیں'' پروفیسر غلام رسول کی بھی یہی رائے ہے آپ کہتے ہیں ''ہندوؤں میں دو حروف اعرابی (واو) الگ الگ آواز دے رہے ہیں اس لیے ان کو ہمزے کے ساتھ لکھا جائے'' پروفیسر رشید احمد صدیقی ''آرزوؤں'' تحریر کرتے ہیں، علامہ اقبال ''ہندوؤں'' اور ''آنسوؤں'' پر ہمزہ لگاتے ہیں سید سلیمان ندوی ''پیروؤں'' تحریر کرتے ہیں، تعمیرِ ادب میں بھی ''آنسوؤں'' درج ہے۔ ایسے الفاظ جو واو پر ختم ہوتے ہیں جیسے آنسو، ہندو، ابرو، پہلو، وغیرہ جمع کی صورت میں دوسری واو پر ہمزہ لگایا جاتا ہے کیونکہ ان کا تلفظ (ہندو+ ء و ں) ہوتا ہے۔ اسی طرح چاقوؤں، سادھوؤں، بازوؤں، ڈاکوؤں، پلوؤں وغیرہ پر بھی ہمزہ آئے گا۔

36۔ جب کوئی لفظ ''الف'' پر ختم ہوتا ہو اور جمع کی صورت میں دو واؤ آتی ہوں تو وہاں ہمزہ نہیں آتا۔ مثلاً کھوا سے کھوؤں بنے گا کیونکہ یہاں پہلی واؤ متحرک ہوتی ہے اور دوسری واؤ پہلی سے مل کر آواز دیتی ہے۔ جب کہ 35 میں پہلی واو ساکن تھی اس لیے دوسری واو کو ''ء'' لگا کر متحرک کیا گیا تھا۔ اسی طرح کوا سے کووں، بٹوا سے بٹوں، بھڑوا سے بھڑووں، کنکوا سے کنکووں۔

37۔ عربی کے وہ الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں اور ان کے آخر میں ''ء'' ہے۔ صرف نام کی صورت میں وہ ''ء'' کے ساتھ لکھے جائیں گے وہاں ''ء'' اور ''ؤ'' کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مثلاً علاء الدین درست ہے اور علاؤ الدین غلط۔ ڈاکٹر سید عبداللہ'' اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے فیصلے'' جو مئی 1968ء کی مجلس میں کیے گئے اس کے مطابق تحریر کرتے ہیں۔ ہمزہ اگر کسی لفظ کا آخری حرف ہو۔ اس کے لیے کرسی کی ضرورت نہیں وہ مستقل حرف قرار پائے گا اور حرکت قبول کرے گا جیسے ''علاء الدین''1 ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ترقی اردو بورڈ بھارت کی املا کمیٹی کی سفارشات مرتب کی ہیں۔ اس کے ذیل میں آپ لکھتے ہیں ''عربی کے متعدد مصادر، جمع اور مفرد الفاظ کے آخر میں اصلاً ''ء'' ہے، یہ اگر کسی ترکیب کا حصہ ہو تو جوں کا توں لکھنا چاہیے جیسے انشاء اللہ، ذکاء اللہ، ثناء اللہ، ضیاء الدین، علاء الدین وغیرہ۔

علاء الدین یا ضیاء الدین میں ہمزہ کے بجائے واؤ یا ''ءؤ'' دونوں لکھنا غلط ہے۔(2)

رشید حسن خان لکھتے ہیں ''اردو میں ایسے سب ناموں کو''ء'' کے ساتھ لکھنا چاہیے جیسے ذکاءاللہ، علاءالدین، بقاءاللہ وغیرہ یہاں واو اور''ء'' دونوں لکھنا درست نہیں۔''(3)

38۔ عربی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جن میں ''ؤ'' یا ''الف'' پر ہمزہ ہے جسے جرأت، مؤدب، مؤنث، مؤذن، مؤخر، مؤجل، مؤلف وغیرہ چند ماہرین کی رائے ہے کہ ان الفاظ پر ہمزہ نہ آنا چاہیے اور اردو میں لکھتے وقت ''ء'' ہٹا دینا چاہیے۔ رشید حسن خان لکھتے ہیں ''عربی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جن میں واؤ متحرک ہے...... ایسے لفظوں میں واؤ پر ہمزہ نہیں لکھنا چاہیے، اردو کے لحاظ، سے یہ ٹھیک نہیں۔ غلام رسول لکھتے ہیں ''جو عربی الفاظ مفصل کے وزن پر آئیں ان کو اردو میں ہمزہ چھوڑ کر صرف واؤ سے لکھا جائے جیسے مودب، مونث وغیرہ اسی طرح جن عربی لفظوں کے درمیان الف آئے ان کو اردو میں ہمزہ چھوڑ کر صرف الف سے لکھا جائے جیسے جرات، تاخر، وغیرہ5

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں ''عربیؔ کے کئی الفاظ کے بیچ میں ہمزہ ہے، عربی رسم کتابت کے برخلاف اردو میں ہمزہ نہیں لکھا جائے گا جیسے موخر، مورخ، موثر، مونث، وغیرہ(1) اس ضمن میں اصول یہ ہے کہ جن الفاظ کے تلفظ میں ا''یا''ء کی آواز موجود ہے وہاں ہمزہ لکھنا چاہیے، خاص طور پر جرأت، مؤنث، برأت وغیرہ الفاظ پر غور کیجیے ''جرأت'' کو اگر ہم ''جرات'' لکھیں گے تو یہ ''جراب'' کے وزن پر پڑھا جائے گا۔ الف ہمیشہ جب لفظ کے درمیان ہوتا ہے تو پہلے حرف سے مل کر آواز دیتا ہے۔ اگلے حرف سے نہیں ملتا۔ یہی صورت حال '' قرأت'' اور ''برأت'' کی ہے اس لیے بغیر ''ء'' کے تلفظ ادا نہیں ہوگا۔ یہی صورت ''مؤنث'' کی ہے۔ یہاں ''ؤ'' کی آواز

1۔ اردو املا و رموز اوقاف، ص318

2۔ صحیح املا، ص63

3۔ ایضاً، ص62

4۔ اردو املا کے مسائل کا حل از اردو املا و رموز اوقاف، ص123

5۔ ایضاً، ص319

ایک ہے پہلی آواز ''مؤ'' یعنی م سے مل کر نکلتی ہے مگر دوسری آواز ''وؤ'' نہیں ہے بلکہ ''ء'' ہے لہذا ''مؤنث'' میں اصلاً ''ء'' موجود ہے۔ اسی طرح مؤثر، مؤلف، مؤجل، وغیرہ میں ہمزہ موجود ہے۔ ہمزہ کے بغیر لفظ کا درست تلفظ ادا نہیں ہوسکتا، اگر ہم ان الفاظ پر ''ء'' نہ لگائیں اور بغیر ہمزہ کے لکھیں تو بعض الفاظ کے معنی ہی بدل جائیں گے مثلاً موجل (بغیر ہمزہ) ''ڈرانے والی'' ''مونث'' (بغیر ہمزہ) ''دور کیا ہوا'' جب کہ ہم یہ الفاظ ان معنوں میں استعمال نہیں کرتے لہذا ان الفاظ پر ہمزہ ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عام تحریروں میں ''ء'' چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن پڑھتے وقت ہمزہ کا تلفظ ادا کیا جاتا ہے۔ ہاں بعض الفاظ میں واؤ کے بعد تشدید ہے۔ وہاں ہمزہ پہلے ہی سے موجود نہیں اور نہ ہمزہ کی آواز موجود ہے۔ لہذا وہاں ہمزہ کا کوئی کام نہیں مثلاً موّرد، موقّر، موّدت، موّحد، موشّح، موقّت، موکّل، مولّد، توجّہ، تولّد، توقّف، تہوّر، وغیرہ لیکن جن الفاظ میں ''ء'' کی آواز موجود ہے وہاں ''ء'' لکھنا چاہیے مثلاً مؤجل، مؤثر، مؤدب، مؤذن، مؤرخ، مؤکد، مؤلف، تخیّل، مؤنث، مؤید، وغیرہ اسی طرح مسئلہ، ہیئت، جزئیات، سؤر، تغیّر، سوئے ظن، گؤشالا، مطمئن، متحیّر، وغیرہ میں ''ء'' آئے گا اگر ہم ''سؤر'' کو ''سور'' لکھیں گے تو ''سور'' کا مطلب ''سر تال'' ہوگا۔ ناپاک جانور نہ ہوگا لہذا مذکورہ بالا الفاظ میں تلفظ کا خیال رکھتے ہوئے ہمزہ لگانا پڑے گا۔ غلط طریق کار سے تلفظ اور معنی دونوں بدل جائیں گے۔ اردو کی جدید لغات اسی طریق پر عمل پیرا ہیں۔ لفظ کے درمیان سے ''ء'' ہٹا دیا جائے تو ''لکھنؤ'' کو بغیر ہمزہ پڑھنا مشکل ہوگا۔

ا۔ اردو املا کے مسائل کا حل از اردو املا اور رموز اوقاف، ص 319

”کو“ کا استعمال

1۔ ”کو“ متعدی جملوں میں مفعول کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

2۔ ”کو فاعل“ کے ساتھ صرف ”آپ“ کے ساتھ آتا ہے۔

3۔ مفعول کے ساتھ ”کو“ کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب مفعول انسان ہو، بے جان اشیاء کے ساتھ ”کو“ حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً

(i) اجمل نے ارشد کو بلایا

(ii) بچے نے اپنی ماں کو دیکھا۔ وغیرہ

(i) ہم نے میز اٹھائی۔ اس جملے میں میز بے جان ہے لہذا ”میز کو اٹھانا“ فصیح نہیں۔

(ii) بچوں نے ایک اونٹ دیکھا۔ اس جملے میں اونٹ جاندار تو ہے لیکن انسان نہیں۔ یہاں ”بچوں نے ایک اونٹ کو دیکھا“، فصیح نہیں۔

4۔ اگر جملے میں آدمی یا شخص کا لفظ ہو پھر بھی ”کو“ نہیں آتا جیسے:

	درست	غلط
(i)	کل ہم نے ایک آدمی دیکھا	کل ہم نے ایک آدمی کو دیکھا
(ii)	ہم نے ایک شخص دیکھا	ہم نے ایک شخص کو دیکھا

اگر آدمی یا شخص کے لفظ کے ساتھ کوئی مخصوص اشارہ ہو یا کسی بیان یا کلمے کی تصحیح مقصود ہو تو وہ آدمی یا شخص یا کلمہ مخصوص ہو جاتا ہے اور اس خصوصیت کی وجہ سے جملے میں ”کو“ استعمال ہوتا ہے مثلاً

(i) ہم نے اس آدمی کو بلایا جو............

(ii) ہم نے اس شخص کو دیکھا جو............

(iii) ان دونوں کو یہاں بلاؤ

(iv) اہل شہر کو وبائی امراض نے آ گھیرا۔

(v) آنکھ کھلنا کو جاگ کھلنا نہیں کہتے وغیرہ۔

5۔ نثر میں فاعل کے ساتھ ''کو'' نہیں آتا صرف ''آپ'' کے ساتھ آتا ہے اس لیے ''مجھ کو'' ''اس کو'' ''ان کو''۔ ''ہم کو'' فصیح نہیں بلکہ ان کے بجائے مجھے۔ اسے۔ انہیں اور ہمیں لکھنا فصیح ہے۔

6۔ محاورے میں مفعول کے ساتھ مصدری کلمہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں ''کو'' نہیں آتا۔ مثلاً ''کان کھولنا'' ''کو'' کان کو کھولنا'' نہیں کہتے۔

7۔ جب کسی مصدری کلمے کے ساتھ ''کو'' آتا ہے تو اس سے عنقریب ہونے والے کسی کام کو ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً:

(i) وہ آنے کو ہے (یعنی آنے والا ہے)

(ii) بارش ہونے کو ہے (یعنی بارش ہونے والی ہے)

8۔ دن یا دن کے حصے کے معنوں میں ''کو'' استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً

(i) وہ بدھ کو آئے گا۔

(ii) وہ شام کو جائے گا وغیرہ۔

9۔ لیکن اگر مخصوص وقت موجود ہو تو ''کو'' نہیں آتا۔ جیسے:

وہ دو بجے (کو) آئے گا۔ (یہاں ''کو'' استعمال کرنا غلط ہے۔)

10۔ ''کو'' انسان کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن مندرجہ ذیل افعال موجود ہوں تو ''کو'' نہیں آتا مثلاً ''کہنا۔ پوچھنا۔ خطاب کرنا۔ محبت کرنا۔ ملنا''

مثلاً: (i) میں حامد کو ملا۔ غلط

(ii) میں نے حامد کو کہا۔ غلط

(iii) میں نے حامد کو پوچھا۔ غلط

(iv) وزیر نے عوام کو خطاب کیا۔ غلط

(v) وہ اس کو محبت کرتا ہے۔ غلط

مذکورہ تمام جملوں میں ''کو'' کی جگہ ''سے'' آئے گا۔

11- ''مارنا''، فعل کے ساتھ ''کو'' آتا ہے۔ جیسے ''میں نے حمید کو مارا'' لیکن جب ''مارنا'' مرکب کی صورت میں ہو یعنی۔ تھپڑ مارنا۔ مکا مارنا وغیرہ تو ''کو'' کی جگہ ''کے'' آتا ہے۔ مثلاً: ''میں نے حمید کے تھپڑ مارا''۔ یہاں جملہ اردو روزمرہ بن جائے گا۔

12- ''تالا لگانا'' کے ساتھ ''کو'' استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: ''اس نے کمرے کو تالا لگا دیا'' لیکن یہ روزمرہ کی ایک صورت ہے کیونکہ تالا دروازے پر ہوتا ہے کمرے پر نہیں۔

''نے'' کا استعمال

1۔ ''نے'' بطور علامت جملے میں فاعل کے بعد آتا ہے۔ یہ متعدی افعال کے ساتھ ماضی کے صیغوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ماضی کے صیغوں میں، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی مطلق اور ماضی شکیہ میں آتا ہے۔ مثلاً

1۔ جمیل نے کہا

2۔ جمیل نے کہا ہے

3۔ جمیل نے کہا تھا

4۔ جمیل نے کہا ہوگا

2۔ ماضی کے جملے میں جو ''چکا۔ چکے۔ چکی'' اور ''تا تھا۔ تے تھے، تی تھی، تی تھیں'' پر ختم ہوتے ہیں۔ ان میں ''نے'' نہیں آتا۔

3۔ کچھ افعال ایسے ہیں جو لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ اگر جملے میں صرف فاعل ہو تو ''نے'' نہیں آتا اور جب فاعل و مفعول دونوں ہوں تو ''نے'' آتا ہے۔ یہ افعال مندرجہ ذیل ہیں۔ بولنا۔ شرمانا۔ جیتنا۔ ہارنا۔ پکارنا۔ سمجھنا۔ بدلنا اور کھیلنا۔ ان کے مثالیں اس طرح ہیں۔

1۔ وہ بولا۔ اس نے جھوٹ بولا

2۔ وہ شرمایا۔ اس نے میری شرم رکھ لی/اس نے مجھ سے شرما کر کہا

3۔ وہ جیت گئے۔ انہوں نے میچ جیت لیا۔

4۔ ہم ہار گئے۔ انہوں نے ہار مان لی۔

5۔ وہ زور سے پکارا۔ اس نے اجمل کو پکارا۔

6۔ میں سمجھ گیا۔ اس نے بات سمجھ لی۔

7۔ وہ اب کافی بدل گیا ہے۔ اس نے کپڑے بدل لیے ہیں۔

8۔ وہ بہت اچھا کھیلے۔ اس نے بہت کھیل کھیلے۔

4- جب کوئی جملہ مصدری کلمے پر ختم ہو رہا ہو تو ''نے'' استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً

(i) اس نے یہ کام کرنا ہے (غلط) ''نے'' کے ساتھ ''کرنا'' درست نہیں۔

اسے یہ کام کرنا ہے (درست)

میں نے بازار جانا ہے (غلط)

مجھے بازار جانا ہے (درست)

5- جب کوئی جملہ ''ہوا ہے، ہوئی ہے، ہوئے ہیں، ہوئی ہیں، ہوا تھا۔ ہوئی تھی، ہوئے تھے، ہوئی تھیں'' پر ختم ہو تو ''نے'' نہیں آنا چاہیے:

کراچی میں نے دیکھا ہوا ہے (غلط)

میں نے کراچی دیکھا ہے (درست)

6- فعل متعدی کے ماضی کے صیغوں میں جہاں ''نے'' استعمال ہوتا ہے۔ وہاں جملے میں کچھ تبدیلیاں بھی ہوتی ہیں۔

(الف): ''وہ'' کا لفظ ''اس'' اور جمع کی صورت میں ''ان'' میں بدل جاتا ہے۔ جیسے

حال	ماضی
وہ کہتا ہے	اس نے کہا
وہ کہتے ہیں	انہوں نے کہا

(ب) اسی طرح ''یہ'' بھی ''اس'' یا ''ان'' میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(ج) ''ا'' اور ''ہ'' پر ختم ہونے والے واحد اسماء جمع کے صیغے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر معنی کے لحاظ سے وہ واحد ہی رہتے ہیں جیسے::

(i) میرا بیٹا کہتا ہے۔ میرے بیٹے نے کہا (نے، کے ساتھ)

(ii) یہ لڑکا سمجھتا ہے۔ اس لڑکے نے سمجھ لیا (//)

(iii) بوڑھا سوچتا ہے۔ بوڑھے نے سوچا (//)

(iv) کتا کھاتا ہے۔ کتے نے کھایا (//)

7- جمع اسماء میں تبدیلی اس طرح ہوتی ہے۔ پہلے جمع اسم کو واحد اسم میں تبدیل کرتے ہیں

اور پھر اس کے ساتھ ''وں'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ جیسے:

واحد	جمع	(''نے'' کے ساتھ جمع اسماء میں تبدیلی)
مرغی	مرغیاں	مرغیوں (مرغی + وں)
دھوبی	دھوبی	دھوبیوں (دھوبی + وں)
بکری	بکریاں	بکریوں وغیرہ (بکری + وں)

8۔ ایسے اسماء جو ''ہ'' یا ''ا'' پر ختم ہوتے ہیں۔ ان سے ''ہ'' اور ''ا'' حذف کر کے ''وں'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: واحد (لڑکا) جمع (لڑکے) واحد سے ''ا'' حذف کر کے ''وں'' کا اضافہ لڑک + وں = لڑکوں وغیرہ

اس کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

جمع	واحد		+وں
دنبے	دنبہ	سے	دنبوں (''ہ'' حذف کر کے ''وں'' کا اضافہ)
شیشے	شیشہ	سے	شیشوں (''ہ'' حذف کر کے ''وں'' کا اضافہ)
کتے	کتا	سے	کتوں (''ا'' حذف کر کے ''وں'' کا اضافہ) وغیرہ

یہ طریقہ اردو طریقہ کہلاتا ہے۔ لیکن اس طریقے سے عربی فارسی الفاظ بھی اردو میں تبدیل کیے جاتے ہیں۔ جیسے:

جمع	واحد
قبائل / قبیلے	قبیلہ سے قبیلوں
کتب / کتابیں	کتاب سے کتابوں وغیرہ

9۔ ایسے واحد اسم جو امالہ قبول نہیں کرتے (''امالہ'' کا بیان اگلے باب میں ملاحظہ کریں) ان کی جمع نہیں بنتی دوسرے معنوں میں وہ واحد جمع دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ ''نے'' آ جائے تو ایسے اسماء کا ''ا'' حذف نہیں کیا جاتا بلکہ ''ا'' کے ساتھ ''وں'' کا اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے

دریا سے دریاؤں   جفا سے جفاؤں

پیشوا سے پیشواؤں

صحرا سے صحراؤں

ہوا سے ہواؤں

غذا سے غذاؤں وغیرہ

10- عرصے کے لیے جو الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ "وں" کا استعمال ترک ہو چکا ہے۔ مثلاً

دنوں۔ مہینوں۔ سالوں وغیرہ کی جگہ دن۔ مہینے اور سال استعمال ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک استثنائی صورت ہے کہ اگر تعداد موجود نہ ہو تو "وں" کا استعمال ہوتا ہے لیکن "نے" کے بغیر جیسے "یہ مہینوں کی نہیں سالوں کی بات ہے"

11- اسی طرح رقم کے لیے بھی اب روپوں۔ پیسوں وغیرہ نہیں لاتے بلکہ روپے اور پیسے ہی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی دس روپے درست ہے اور دس روپوں درست نہیں۔ لیکن تعداد موجود نہ ہو تو روپوں آ سکتا ہے جیسے "وہ یوں ہی نہیں لڑ رہے روپوں کا معاملہ ہے" لیکن بغیر "نے" کے۔

12- دیہات جمع ہے، واحد "دہ" ہے لہذا "دیہاتوں" استعمال کرنا غلط ہے۔ جمع میں دیہات ہی رہے گا۔

13- لازم افعال کے ساتھ "نے" نہیں آتا متعدی افعال کے ساتھ "نے" آتا ہے۔ متعدی افعال کی پہچان یہ ہے کہ جب جملے کے سوال بنائے جائیں تو "کون" کا جملہ نہیں بنتا مثلاً "مارنا" فعل کے سوالات درج ذیل ہو سکتے ہیں۔

کس نے مارا؟

کس کو مارا؟

کب مارا؟

کیا مارا؟

کیسے مارا؟

کیوں مارا؟

لیکن ''کون مارا'' سوال نہیں بن سکتا۔ پس جس فعل کا سوال ''کون'' سے نہ بنے وہ متعدی ہوتا ہے۔ یہ متعدی فعل کی آسان ترین پہچان ہے۔

14- الفاظ و اسماء میں جس قسم کی تبدیلیاں ''نے'' کی صورت میں ہوتی ہیں۔ ایسی ہی تبدیلیاں حرف وصل آنے کی صورت میں بھی ہوتی ہیں۔ حرف وصل کے بارے میں دیکھیے ''امالہ'' کا باب۔

15- ''نے'' کی موجودگی میں جمع کے جملوں میں ''جن'' جنہوں، ''کس'' کنہوں اور ''ان'' انہوں، میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

امالہ

1۔ بہت سے اردو الفاظ اور کئی ایک عربی فارسی الفاظ جو "ا" یا "ہ" پر ختم ہوتے ہیں کسی جملے میں اگر ان کے بعد حرف وصل آ جائے تو ا یا ہ "ے" میں بدل جاتی ہے۔ اس تبدیلی کو امالہ کہتے ہیں۔ حرف وصل سے مراد وہ حروف ہیں جو دو لفظوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔ جیسے۔ میں۔ نے۔ سے۔ کا۔ کی۔ کر۔ کو۔ پر۔ لیے۔ والا۔ والی۔ والے۔ باز۔ جیسا۔ جیسی۔ جیسے۔ دار۔ پان وغیرہ۔ مثلاً

(i) لڑکا دو قلم رکھتا ہے (بغیر حرف وصل)
لڑکے کے پاس دو قلم ہیں (اس جملے میں "کے" حرف وصل کے سبب لڑکا، لڑکے میں بدل گیا۔

(ii) شیشہ ہاتھ کاٹ دے گا۔ (بغیر حرف وصل)
شیشے سے ہاتھ کٹ جائے گا۔ (سے، حرف وصل کی بنا پر شیشہ، شیشے میں بدل گیا)

اسی طرح:

غلط	درست
اس بارہ میں	اس بارے میں
اس معاملہ کو	اس معاملے کو
ذمہ دار نے	ذمے دار نے
انڈا والا	انڈے والے
نشہ باز	نشے باز
مزہ دار	مزے دار
یکہ بان	یکے بان
بڑا صاحب	بڑے صاحب

2۔ اردو میں مستعمل بہت سے الفاظ ''ا'' یا ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں لیکن حرف وصل کے باوجود امالہ قبول نہیں کرتے یعنی وہ تبدیل نہیں ہوتے۔
ایسے الفاظ کی صورت میں اہل زبان کی پیروی ضروری ہے۔ ذاتی طور پر امالہ کے اصول کو ہر جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔
وہ الفاظ جو امالہ قبول نہیں کرتے ان میں سے چند یہ ہیں۔

(i) رشتوں میں: ابا۔ نانا۔ دادا۔ پھوپھا۔ چچا۔ بھیا۔ آپا۔ پتا۔ ماتا۔ والدہ۔ آیا۔ بوا۔

(ii) مخصوص نام: بخارہ۔ ہمالیہ۔ گنگا۔ دریا۔ صحرا۔ امریکہ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ لنکا۔ برما۔ جمنا۔ متھرا۔ گھاگھرا۔ داتا۔ گیا۔ جاترا۔ پوجا۔ خدا۔ آشنا۔ دانا۔ نابینا۔ پارسا۔ دارا۔ جہاں آرا۔ دل کشا۔ ہما۔ کینیا۔ کیمیا۔ مینا۔ ثریا۔ عقیلہ۔ جمیلہ۔ عاصمہ۔ سلیمہ۔ حلیمہ۔ علامہ۔ خلیفہ۔ آقا۔ آغا۔ مرزا۔ ملا۔ مولانا۔ پیشوا۔ دولہا وغیرہ

(iii) عربی کے بعض الفاظ: ابتدا۔ ارتقا۔ انتہا۔ اشتہا۔ اخفا۔ افترا۔ املا۔ التجا۔ تمنا۔ استغنا۔ استدعا۔ مدعا۔ دعا۔ بلا۔ فنا۔ عبا۔ قبا۔ ہوا۔ صبا۔ غذا۔ ثنا۔ صدا۔ جزا۔ رضا۔ ادا۔ بقا وغیرہ

(iv) اردو فارسی کے چند الفاظ: ہکابکا۔ اکادکا۔ دانا۔ شنیدہ۔ خفتہ۔ سوختہ۔ آزمودہ۔ پختہ۔ آئندہ۔ تابندہ۔ رخشندہ۔ پائندہ۔ مادرانہ۔ رندانہ۔ مریضانہ۔ شاعرانہ۔ وغیرہ

3۔ امالہ مذکر الفاظ قبول کرتے ہیں۔

4۔ جن الفاظ کی اردو میں ''ے'' کے ساتھ جمع بن سکتی ہے یا وہ ''ے'' میں بدل سکتے ہیں وہ ہی الفاظ امالہ قبول کرتے ہیں مثلاً مکہ، مدینہ سے مکے اور مدینے ہوسکتا ہے۔ لیکن ایشیا اور افریقہ سے ایشیے یا افریقے نہیں ہوسکتا۔

اردو ۔ واحد جمع

اردو میں عربی فارسی یورپی اور دیگر ایشیائی ممالک کے الفاظ بھی شامل ہو چکے ہیں اس لیے واحد کی جمع بنانے کا کوئی ایک قاعدہ نہیں ۔ پھر بھی چند بنیادی اصول وضع کیے گئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

1۔ مذکر اسماء جو ''ا'' یا ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں جمع بناتے وقت ان سے ''ا'' اور ''ہ'' ہٹا کر ''ے'' کا اضافہ کر دیتے ہیں مثلاً:

لڑکا سے لڑکے

بوڑھا سے بوڑھے

کتا سے کتے

پیالہ سے پیالے وغیرہ

اس طریقے میں ایسے اسماء شامل نہیں جو امالہ قبول نہیں کرتے ۔ مثلاً

رعایا ۔ ابا ۔ چچا ۔ خدا ۔ دادا ۔ دانا ۔ نابینا وغیرہ

تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے باب ''امالہ''

2۔ جو مونث اسماء ''ی'' پر ختم ہوتے ہیں ۔ جمع بناتے وقت اس میں ''اں'' کا اضافہ کر دیتے ہیں ۔ جیسے:

کرسی ۔ کرسیاں

بیٹی ۔ بیٹیاں

چابی ۔ چابیاں

انگلی ۔ انگلیاں وغیرہ

یہاں یہ خیال رہے کہ مذکر اسماء جو ''ی'' پر ختم ہوتے ہیں ان کی اس اصول پر جمع نہیں بنتی یعنی دھوبی سے دھوبیاں غلط ہوگا۔

3۔ جو مونث اسماء ''یا'' پر ختم ہوتے ہیں ان کے آخر میں ''ں'' کا اضافہ کر کے جمع بناتے

ہیں جیسے:

ڈبیا سے ڈبیاں

گڑیا سے گڑیاں

بندیا سے بندیاں

ہنڈیا سے ہنڈیاں

چڑیا سے چڑیاں وغیرہ

4۔ جو مونث اسماء "ا" پر ختم ہوتے ہیں ان کے ساتھ "ئیں" کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

ہوا سے ہوائیں

بلا سے بلائیں

جفا سے جفائیں

خطا سے خطائیں

دعا سے دعائیں وغیرہ

5۔ کچھ مذکر اسماء جو "اں" پر ختم ہوتے ہیں۔ ان کی جمع بنانے کے لیے "اں" ہٹا کر "ویں" کا اضافہ کر دیتے ہیں جیسے:

کنواں سے کنویں وغیرہ

6۔ جب کسی مذکر اسم کے آخر میں "ا"، "ہ" یا "اں" کے علاوہ کوئی اور حرف ہو تو وہ اسم بطور جمع تبدیل نہیں ہوتا بلکہ جملے میں جمع کے اظہار کے لیے فعل جمع لیا جاتا ہے مثلاً:

(i) وہ درخت ہے (درخت کا لفظ واحد اور جمع ایک ہی ہے)

(ii) وہ درخت ہیں (اس جملے میں "ہے" کی جگہ "ہیں" بطور جمع آیا)

7۔ جب مونث اسم کے آخر میں "ا" یا "ہ" کے علاوہ کوئی اور حرف ہو تو جمع بنانے کے لیے "یں" کا اضافہ کرتے ہیں جیسے:

میز سے میزیں

دوات سے دواتیں

عورت سے عورتیں

دیوار سے دیواریں

نماز سے نمازیں وغیرہ

8۔ یورپی اور ترکی زبان کے اسماء کی جمع بھی اردو کے قاعدے ہی سے بنائی جاتی ہے مثلاً:

کاپی سے کاپیاں

الماری سے الماریاں

پنسل سے پنسلیں

موٹر سے موٹریں

اسمبلی سے اسمبلیاں

کمرا سے کمرے

9۔ مونث اسماء کے آخر میں اگر ''ں'' ہو تو جمع بناتے وقت ''ں'' ہٹا کر ''یں'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً

بھوں۔ بھویں

10۔ فارسی الفاظ کی جمع اردو میں زیادہ تر اردو طریقے ہی سے بنائی جاتی ہے۔ آج کل فارسی طریقے سے جمع بنانے کا رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بہت کم الفاظ فارسی طریقے سے جمع بنائے جاتے ہیں۔ فارسی طریقہ یہ ہے کہ واحد اسم کے آخر میں ''ہا''، ''گان'' یا ''ات'' کا اضافہ کرتے ہیں۔ فارسی اسماء کی جمع بنانے کا اردو اور فارسی طریقہ اس طرح ہے:

اسم	جمع فارسی (جو اردو میں اب مستعمل نہیں)	جمع بطریق اردو
ستارہ	ستارگان	ستارے
بادشاہ	بادشاہاں	بادشاہ
کوفتہ	کوفتگاں	کوفتے
زبان	زبان ہا	زبانیں

جوان	جوانان	جوان
کار	کارہا	(اردو میں) کام
نمائش	مستعمل نہیں	نمائشیں
نماز	//	نمازیں
نگاہ	//	نگاہیں
نمائندہ	//	نمائندے
زائچہ	//	زائچے

11۔ ''ہا'' اور ''گان'' سے جمع بنانے کا طریقہ اردو میں اب صرف ترکیب کی صورت میں یا لاحقے کی صورت میں موجود ہے اور صرف ان ہی الفاظ سے وابستہ ہے جو اردو میں رواج پا چکے ہیں۔

مثلاً دہندہ سے دہندگان/ نادہندگان/ رائے دہندگان

بندہ سے بندگانِ خدا

سال سے سال ہا سال/ ہزار ہا سال

جوان سے جوانانِ وطن

بطور لاحقہ.......... بارہا۔ صدہا۔ وغیرہ

12۔ ''ات'' کے اضافے سے جمع کے الفاظ اردو میں وہی مستعمل ہیں جن کا چلن ہو چکا ہے۔ مثلاً کاغذ سے کاغذات، باغ سے باغات وغیرہ

13۔ درحقیقت ''ات'' کے اضافے سے جمع بنانے کا طریقہ ''عربی'' سے ماخوذ ہے۔ عربی الفاظ اردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً

واحد	جمع
عادت	عادات
توہم	توہمات
لغت	لغات

توقع	توقعات
ظلمت	ظلمات وغیرہ

14- عربی اسماء جو اردو میں مستعمل ہیں۔ ان کی جمع عموماً عربی قاعدے کے تحت ہی بنائی جاتی ہے۔ پھر بھی بعض عربی جمع اردو میں مستعمل نہیں یعنی ان کا چلن نہ ہو سکا۔ اس لیے ایسے واحد اسماء کی جمع اردو طریقے سے بنائی جاتی ہے۔ ذیل میں عربی الفاظ کی اردو اور عربی جمع دونوں تحریر کی جاتی ہیں۔

واحد	عربی جمع (جو اردو میں بھی مستعمل ہے)	اردو جمع (جو رواج پا چکی ہیں)
کتاب	کتب	کتابیں
آفت	آفات	آفتیں
خبر	اخبار	خبریں
فوج	افواج	فوجیں
قوم	اقوام	قومیں
جزیرہ	جزائر	جزیرے
قبر	قبور	قبریں

15- عربی کی ایسی جمع جو اردو میں رواج نہ پا سکیں۔ ان الفاظ کی جمع اردو طریقے سے بنائی جاتی ہے جیسے:

لفظ	عربی جمع	اردو جمع
زلزلہ	زلازل	زلزلے
ظلمت	ظلام	ظلمتیں
جنازہ	جنائز	جنازے
علاقہ	علایق	علاقے
دعا	ادعیہ	دعائیں

فرقہ   فراق   فرقے

واسطہ   وسائط   واسطے

عورت   عورات   عورتیں وغیرہ

(نوٹ): عربی الفاظ کی جو جمع اردو میں موجود نہیں وہ عربی کے قاعدے ہی سے بنائی جاتی ہیں۔

16۔ مندرجہ ذیل الفاظ بطور واحد استعمال ہوتے ہیں۔

دھاتوں کے نام مثلاً: سونا۔ چاندی۔ پیتل۔ تانبا۔ قلعی۔ ایلومونیم۔ جست

17۔ اجناس وغیرہ: مکئی۔ سرسوں۔ باجرہ۔ جوار۔ پیاز

18۔ مندرجہ ذیل واحد الفاظ بطور جمع بولے جاتے ہیں۔

گیہوں۔ جو۔ تل۔ مزاج۔ دام۔ نصیب۔ مٹر۔ اوسان۔ ہوش۔ دستخط۔ حضرت۔ بھاگ۔ لچھن

19۔ مندرجہ ذیل جمع الفاظ بطور واحد بولے جاتے ہیں۔

خیرات۔ رعایا۔ آفاق۔ ظلمات۔ مواد۔ بقایا۔ کائنات۔ خرافات۔ اصول۔ اراضی۔ اخلاق۔ اخبار۔ واردات۔ تحقیقات۔ اسباب۔ اوقات (قدر)۔ حوالات۔ اولاد۔ اسراف وغیرہ

20۔ باقی واحد جمع کے بارے میں ''نے'' کے استعمال کے باب میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

21۔ کرتوت سے کرتوتیں بنانا غلط ہے۔

22۔ الفاظ سے ''الفاظوں'' بنانا غلط ہے۔

23۔ ''دیہات'' سے ''دیہاتوں'' بنانا غلط ہے۔

24۔ مہینے سے مہینوں بنانا فصیح نہیں۔

25۔ روپے سے روپوں بنانا فصیح نہیں۔

26۔ سال سے سالوں بنانا فصیح نہیں۔

27۔ اہل سے اہلیان بنانا غلط ہے۔

مذکر و مؤنث

اردو میں مذکر یا مونث بنانے کے قطعی اصول نہیں ہیں اور اس سلسلے میں اہل زبان کی پیروی ضروری ہے۔ قواعد کی کتابوں میں جو مختلف اصول وضوابط تحریر ہیں وہ پورے نہیں اترتے۔

مذکر مونث کی جدول جو قواعد کی کتب میں موجود ہے ان کا سہارا لینا پڑتا ہے اور یاد کرنا پڑتا ہے۔ عام مذکر و مونث کے علاوہ چند ضروری چیزیں جو قابل غور ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ مندرجہ ذیل الفاظ ایسے ہیں جو ہمیشہ مونث استعمال ہوتے ہیں۔

سوکن۔ سہاگن۔ کسبی۔ رنڈی۔ دایا۔ طوائف۔ آیا۔ گلہری۔ چھپکلی۔ مینا۔ چیل۔ فاختہ۔ قمری۔ چھچھوندر۔ مکھی۔ بھڑ۔ کوئل۔ مچھلی۔ مرغابی۔ چمگادڑ۔ تتلی۔ جوں۔ چڑیل۔ کونج۔ پیاز

2۔ تمام زبانوں کے نام مونث ہوتے ہیں۔

3۔ تمام نمازوں کے نام مونث استعمال ہوتے ہیں۔

4۔ جو اسمائے کیفیت یا حاصل مصدر ''ت، ی، گ، ش'' پر ختم ہوتے ہیں۔ وہ مونث ہوتے ہیں۔ مثلاً ندامت۔ جسامت۔ نیکی۔ بہادری۔ دیوانگی۔ کوشش وغیرہ

5۔ تمام آوازیں مونث ہوتی ہیں۔

6۔ مندرجہ ذیل الفاظ بھی مونث ہیں۔ انہیں مذکر استعمال کرنا غلط ہے۔

سائیکل۔ ناک۔ گیند۔ چھت۔ معراج۔ نب۔ ڈکار۔ راہ۔ پتنگ۔ کیچڑ۔ گھاس۔ آواز۔ جامن۔ جھاڑو۔ بکواس۔ دوا۔ سوچ۔ بسم اللہ۔ دسترس۔ بارود۔ ترازو۔ محراب۔ میز۔ جنگ

7۔ مندرجہ ذیل الفاظ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتے ہیں۔

مچھر۔ ممولا۔ کوا۔ کھٹمل۔ خرگوش۔ ہدہد۔ گدھ۔ الو۔ اژدھا۔ بگلا۔ باز۔ گرگٹ۔ کچھوا۔ نیولا۔ بچھو۔ طوطی۔ چیتا۔ شاہین۔ عقاب۔ جگنو۔ گینڈا۔ پپیہا۔ سرخاب۔ سارس۔ جھینگر۔ جن۔ مگرمچھ۔ پلا۔ چوزہ۔ پرندہ۔ جرثومہ۔ جانور

8۔ تمام پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں کے نام مذکر ہیں۔

9۔ زمین مونث ہے باقی تمام سیارے مذکر ہیں۔

10۔ چاندی مونث ہے باقی تمام دھاتیں مذکر ہیں۔

11۔ مہینوں کے نام مذکر ہیں۔

12۔ جمعرات مونث ہے باقی دن مذکر ہیں۔

13۔ تمام براعظموں، ملکوں اور شہروں کے نام مذکر ہیں، ''دلّی'' کو مقامی طور پر مونث بھی بولا جاتا ہے۔

14۔ بلبل کو شعرائے اردو نے مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ یو پی کے علاقے میں مقامی طور پر اسے مونث بولا جاتا ہے۔

بقول میر تقی میر ؎

گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگ گل سے میر

بلبل پکاری دیکھ کے صاحب پرے پرے

ویسے بھی شاعری میں گل و بلبل'' کے تذکرے عام ہیں چونکہ گل مذکر ہے لہذا بلبل کو مونث کہنا زیادہ جچتا ہے۔

15۔ مندرجہ ذیل اسماء مذکر ہیں۔ انہیں مونث استعمال کرنا درست نہیں۔

قلم۔ اخبار۔ تار (ٹیلگرام) ہوش۔ مزاج۔ عیش۔ قبض۔ درد۔ پرہیز۔ مرہم۔ جھاگ۔ مرض۔ ماضی۔ رتھ۔ گوند۔ کھوج۔ گھاٹ۔ انجیر۔ میل۔ خلعت۔ کلام۔ ایثار۔ انتظار۔ غار۔ سر۔ لالچ۔ کھیل

16۔ فصحاء ''دہی'' کو مذکر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ''یوپی'' کی مقامی بولی میں ''مونث'' بھی بولا جاتا ہے۔

17۔ کچھ الفاظ ایسے ہیں جو عام لغات میں مذکر اور مونث دونوں درج ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ان کی فصیح صورت حسب ذیل ہے۔

آغوش مونث۔ سانس مذکر۔ فاتحہ مونث

نقاب مذکر۔ غور مذکر۔ نشاط مؤنث
مالا مؤنث۔ متاع مؤنث۔ زنار مذکر
املا مذکر۔ نشوونما مؤنث (ترکیب میں)
گزند مذکر۔ صرف ونحو مؤنث (ترکیب میں)

18۔ مندرجہ ذیل الفاظ مذکر ومونث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں لیکن مذکر یا مؤنث استعمال میں ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔

الفاظ	معانی بطور مذکر	معانی بطور مؤنث
لگن	برتن	محبت
ہار	پھولوں کا ہار	شکست
آب	پانی	چمک
مار	سانپ	سزا
بار	بوجھ	دفعہ
میان	درمیان	کمر
چاہ	کنواں	محبت
عرض	چوڑائی	التماس
فکر	تخیل	پریشانی
شام	ملک کا نام	وقت
بیت	گھر	شعر
کف	جھاگ	ہتھیلی
مہر	سورج	محبت
بوستان	باغ	کتاب کا نام
تال	تالاب	وزن موسیقی
صرف	خرچ	گرامر کا حصہ

الفاظ	معانی بطور مذکر	معانی بطور مؤنث
مور	پرندہ	چیونٹی
دوپہر	مقدار وقت	گزراوقات
گزر	گزرنا	گزراوقات
کل	آنے یا گزرنے والا دن	پرزہ
مد	دریا کا چڑھاؤ، اعراب	(حساب کی) مد
طرز	عمل۔طور۔ڈھنگ	طریقہ تحریر و کلام وغیرہ

19۔ عربی کے کئی الفاظ خصوصاً جو اشیاء یا مکان کے نام ہیں۔ جب اردو میں داخل ہوئے تو اردو والوں نے زبان کے مزاج کی مطابقت سے ان کی تذکر و تانیث میں تبدیلی کرلی۔ مثلاً قمیض۔ مسجد۔ کرسی وغیرہ عربی میں مذکر ہیں لیکن اردو میں مونث بولے جاتے ہیں۔ لہذا ایسے الفاظ کو اردو کے مطابق بولنا چاہیے۔

20۔ عربی میں ''ت'' تانیث کی علامت ہے۔ یعنی جو لفظ ''ت'' پر ختم ہوتا ہے وہ عربی میں مونث ہوتا ہے۔ عربی میں ''ت'' ''ۃ'' یا '' ـہ '' کی صورت میں بھی لکھی جاتی ہے اور ترکیب کی صورت میں ''ت'' کی آواز دیتی ہے۔

21۔ عربی میں صرف اسم مبالغہ جو ''ت'' پر ختم ہوتے ہیں مذکر بولے جاتے ہیں۔

22۔ ایسے عربی اسماء جو ''ت ۃ'' پر ختم ہوتے ہیں۔ جب اردو میں داخل ہوئے تو اردو والوں نے ان اسماء کی تذکر و تانیث میں تبدیلی کی یہ تبدیلی اردو زبان کے مزاج کے مطابق ہوئی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

ا۔ ایسے اسماء جن کی آخری ''ت ۃ'' اردو میں آواز نہیں دیتی وہ مذکر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً مقالہ۔ معجزہ۔ حادثہ۔ واسطہ۔ داخلہ۔ رسالہ۔ حوصلہ۔ حوالہ۔ ازالہ۔ جبہ۔ روضہ۔ جریدہ۔ حاشیہ۔ بیضہ۔ علامہ۔ مشاعرہ۔ مشاہدہ۔ مشاہرہ وغیرہ۔

ب۔ مذکورہ اسماء میں ایک استثنائی صورت بھی ہے وہ یہ کہ جو اسماء ''وبہ'' یا ''وجہ'' پر ختم ہوتے ہیں وہ مونث ہی رہتے ہیں۔ مثلاً ''توبہ۔ توجہ۔ وجہ وغیرہ

ج۔ ایسے صفاتی اسماء جو عورت کے لیے مستعمل ہیں وہ اسی طرح مؤنث رہتے ہیں۔ مثلاً زوجہ۔ محترمہ۔ مدعیہ۔ مولفہ۔ مشاہرہ۔ مشاطہ وغیرہ

د۔ اسم کی آخری ''ت'' اگر اردو میں اپنی آواز دیتی ہو تو وہ مونث بولے جاتے ہیں۔ مثلاً عورت۔ حمایت۔ مداخلت۔ اطاعت۔ دولت۔ جنت۔ حالت۔ ہدایت۔ عنایت۔ حریت۔ زکوۃ۔ لغت۔ سورت

ہ۔ جو الفاظ واحد کی صورت میں مکمل ''ت'' پر ختم نہ ہوں لیکن جمع کی صورت میں جو اسم ''ت'' پر ختم ہوتے ہیں وہ مذکر بولے جاتے ہیں مثلاً حالات۔ مقالات۔ معجزات۔ اختیارات۔ اخلاقیات۔ اشارات وغیرہ ''حوالات'' اردو میں واحد استعمال ہوتا ہے اس لیے اردو میں مونث مستعمل ہے۔

و۔ عربی اسم کیفیت مونث بولے جاتے ہیں مثلاً انسانیت۔ اشتراکیت۔ ادارت۔ اخوت۔ اذیت۔ اضافت۔ التفات۔ امارت۔ وغیرہ

ز۔ ''لغت'' مذکورہ قاعدے کے لحاظ سے مونث ہے ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''لغت'' اور ''لغات'' دونوں کو مونث لکھا ہے۔ وہ ''قومی انگریزی اردو لغت'' کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب راقم الحروف نے مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین کا منصب سنبھالا تو اس مسئلے پر کئی مہینے غور اور مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ایک انگریزی اردو لغت کی داغ بیل ڈالی جائے۔۔۔ اب تک جو چھوٹی بڑی انگریزی اردو لغات تالیف ہوئی ہیں اور جن کی تعداد آج تک جاری ہے۔۔۔''

3۔ وارث سرہندی نے اپنی علمی لغت میں بھی ''لغت'' کو ڈکشنری کے معنی میں مونث لکھا ہے۔

23۔ فارسی کے ایسے الفاظ جو تخت۔ بخت۔ لخت۔ رخت کے وزن پر ہیں سب مذکر ہیں۔

24۔ جناب کی مونث جنابہ غلط ہے اس لیے ''جنابہ عالی'' لکھنا درست نہیں اس کی جگہ ''جناب عالیہ'' لکھنا چاہیے۔

گنتی

اردو گنتی کو جب ہندسوں میں لکھا جاتا ہے تو کسی قسم کا اختلاف نظر نہیں آتا۔ لیکن جب پڑھا جاتا ہے یا الفاظ میں لکھا جاتا ہے تو بعض جگہ تضاد نظر آتا ہے۔ اس تضاد کا سبب مقامی لہجہ یا فارسی کا اثر ہے۔ اس تضاد کو دور کرنے میں شعرائے اردو، سرکاری کاغذات اور محکمہ مال کی کتب سے مدد مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اردو لغات سے بھی رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ مزید برآں روزمرہ اور محاورات بھی اس ضمن میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

گنتی میں جو ہندسے اختلافی پہلو رکھتے ہیں وہ 91,81,51,6 ہیں۔

1۔ ا۔ اردو تحریر میں 6 کا ہندسہ آج کل دو صورتوں میں نظر آ رہا ہے یعنی ''چھ'' اور ''چھے'' قدیم کتب میں ''چھہ'' بھی ملتا ہے جو شاید کاتب کی کارفرمائی یا مقامی لہجے کے باعث ہو سکتا ہے۔

ب۔ ''علمی اردو لغت جامع'' میں ''چھ، چھے'' دونوں طرح لکھے ہیں لیکن اس کے ذیل میں جو دیگر الفاظ اور محاورات تحریر ہیں وہ ''چھ'' سے ہیں مثلاً

چھ بوندیا/ چھ بندیا

چھ پانچ کرنا

چھ ماہی وغیرہ

یعنی ''چھے'' کے بجائے ''چھ'' کو ترجیح دی گئی ہے۔

ج۔ ''فیروز اللغات اردو جامع'' میں بھی یہی صورت حال ہے اس میں بھی ''چھ'' کو ترجیح دی گئی ہے۔

د۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''قومی انگریزی اردو لغت'' میں six کے معنی ''چھ'' تحریر کیے ہیں۔

ہ۔ ''مہذب اللغات'' جو مہذب لکھنوی، صدر کل ہند انجمن محافظ اردو لکھنؤ نے مرتب کی ہے انہوں نے ''چھ'' لکھا ہے۔

و۔ محکمہ مال کے تمام کاغذات اور کتب میں ''چھ'' لکھا ہوا ہے۔

ز۔ ''فرہنگ اثر'' (از مرزا جعفر علی خان اثر لکھنوی) میں ''چھ پانچ کرنا'' تحریر ہے۔ ص 330

ح۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد اول ص۔ 577 پر ''خلعت'' کے معنی کے ضمن میں ''چھ'' لکھا ہے۔

ط۔ میر انیس کے ایک شعر میں ''چھ'' ہے۔

تیروں کا مینہ برسنے لگا لالہ فام پر
بلہ کیا چھ لاکھ نے اک تشنہ کام پر

ی۔ بقول مولوی غلام رسول ''چھ'' قابل ترجیح ہے کیونکہ یہ ٹھیٹ اردو ہندی لفظ ہے۔ (1)

ک۔ نوراللغات نے صفحہ 1186 پر ''چھ'' لکھا ہے۔ اسی سے چھ پانچ کرنا (محاورہ) اور چھ ماہی (ترکیب) تحریر کی ہے۔

ل۔ جان شیکسپیئر نے اردو انگلش ڈکشنری میں صفحہ 738 پر ''چھ'' لکھا ہے۔

م۔ نسیم اللغات نے صفحہ 466 پر ''چھ'' لکھا ہے۔

ن۔ فرہنگ آصفیہ کے صفحہ 133 جلد دوم پر ''چھ'' تحریر ہے۔

لفظ ''چھے'' موجود ہے لیکن اس کے معنی 6 نہیں بلکہ ''بربادی اور تباہی'' لکھے ہیں۔

2۔ اسی طرح 51-81-91 کو بعض اصحاب فارسی کے زیر اثر اکیاون۔ اکیاسی اور اکیانوے بولتے اور لکھتے ہیں۔ جب کہ جملہ مستند لغات میں اکاون۔ اکاسی اور اکانوے تحریر ہے اور اہل زبان بھی اسی طرح بولتے اور لکھتے ہیں۔

3۔ گیارہ سے اٹھارہ تک گنتی میں آخری حرف ''ہ'' ہے۔ جب کہ اردو قاعدے کی رو سے ''ا'' ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ابتدا ہی سے ''ہ'' کا چلن رہا ہے لہذا یہ ''ہ'' ہی سے لکھے

1۔ مولوی غلام رسول، ''اردو املا کے مسائل کا حل''، مشمولہ ''اردو املا و قواعد'' مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1990ء، ص 56

جائیں گے اسی طرح گیارہ سے گیارہواں یا گیارہویں، بارہ سے بارہواں یا بارہویں وغیرہ سترہ تک ''ہ'' سے لکھا جاتا ہے۔ لیکن اٹھارہ سے ''اٹھارواں'' بغیر ''ہ'' کے لکھا جاتا ہے۔ انہیں گیارھویں۔ بارھواں وغیرہ دوچشمی ''ھ'' سے لکھنا فصیح نہیں۔ کیونکہ گیارہ + واں = گیارہواں بنتا ہے۔ گیارھواں نہیں۔

اردو میں یہ قاعدہ طے پایا گیا ہے کہ اردو یا یورپی زبان کے لفظ کا آخری حرف اگر ''ہ'' ہو اور یہ ''ہ'' آواز نہ دیتی ہو تو اس لفظ کو ''ا'' سے لکھا جائے اور جو الفاظ فارسی یا عربی وغیرہ کے ہیں ان کی آخری ''ہ'' اگر آواز نہ دیتی ہو تو اس لفظ کی اردو طریقے سے جمع بناتے وقت ''ہ'' حذف کر کے جمع بنائی جائے۔ اس قاعدے پر عمل ہو رہا ہے۔ اردو الفاظ جو ''ہ'' کے بجائے ''ا'' سے لکھے جا رہے ہیں جیسے:

کمرا۔ ناشتا۔ ڈپلوما۔ انڈا۔ تکیا۔ تولیا۔ گھونسلا۔ دوپٹا۔ بٹوا۔ وغیرہ

فارسی عربی الفاظ جو خاموش ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں۔ جمع بناتے وقت یا حروف وصل آنے کی صورت میں ان کی ''ہ'' حذف ہو جاتی ہے اور پھر نیا لفظ بنتا ہے جیسے

ستارہ سے ستارے، ستاروں (ہ حذف کر دی گئی) اسی طرح

مزہ سے مزے، مزیدار

تکیہ سے تکیے، تکیوں

شعلہ سے شعلے، شعلوں

خطرہ سے خطرے، خطروں

گردہ سے گردے، گردوں

محاورہ سے محاورے، محاوروں وغیرہ

اس کے برعکس جب آخری ''ہ'' آواز دیتی ہے تو حروف وصل یا جمع کی صورت میں حذف نہیں ہوتی بلکہ اپنی اصل حالت میں موجود رہتی ہے اور لکھی اور بولی جاتی ہے جیسے:

راہ سے راہوں، راہرو

بادشاہ سے ...

گرہ سے گرہوں

نگاہ سے نگاہیں، نگاہوں وغیرہ

اب گیارہ سے اٹھارہ تک اگر آخری ''ہ'' بے آواز ہے اور یہ الفاظ اردو/ہندی کے علاوہ کسی دوسرے زبان کے ہیں تو لفظ کی تبدیلی کی صورت میں ''ہ'' حذف ہوجانی چاہیے اور اگر یہ اردو/ ہندی کے ہیں تو اس ''ہ'' کو ''ا'' سے لکھنا چاہیے جیسے دوسرے الفاظ میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ کو ''ہ'' سے لکھا جارہا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کی آخری ''ہ'' آواز دیتی ہے۔ لہذا دوسرے لفظوں کی طرح ان کی ''ہ'' بھی بغیر کسی تبدیلی کے لکھی جائے اس ''ہ'' کو ''ھ'' نہ لکھا جائے۔ اس لیے گیارہ سے گیارھویں یا گیارھواں لکھنا درست نہیں بلکہ ''ہ'' اصل حالت میں گیارہواں یا گیارہویں لکھنا چاہیے۔ یا پھر ''ہ'' حذف کر کے تحریر کرنا چاہیے یعنی گیارواں، گیارویں وغیرہ۔

4۔ اردو میں پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں۔ چھٹا وغیرہ جسے ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔

5۔ بڑے ہندسوں کو الفاظ میں لکھنے کے بجائے بہتر ہے کہ اعداد میں لکھ کر پھر ''واں'' کا اضافہ کیا جائے جیسے 89واں 91واں وغیرہ

6۔ 101 کو لفظوں میں ''ایک سو ایکواں'' کہتے ہیں ''ایک سو پہلا'' نہیں کہتے۔

7۔ فارسی گنتی میں اوّل۔ دُوُم۔ سِوُم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم۔ ہشتم۔ نہم۔ دہم لکھتے ہیں۔ دُوُم کو دوم یا دوئم لکھنا درست نہیں۔ اسی طرح سِوم کو سَوم یا سوئم لکھنا بھی غلط ہے۔ سوم کے معنی ''چاند'' ہیں جس سے ''سوم وار'' یعنی چاند کا دن'' بنتا ہے اور ''سوئم'' کا لفظ غلط العوام میں مرنے کے تیسرے دن کے لیے بولا جاتا ہے۔ ''سوم'' ایک متبرک ''رس دار پودا'' بھی ہے جسے ہندو متبرک خیال کرتے ہیں۔

8۔ مہینے اور تاریخ کو ملا کر لکھنے اور بولنے کا طریقہ اس طرح ہے:

(i) جب مہینا پہلے اور تاریخ بعد میں ہو تو ''آج مئی کی بائیسویں ہے'' لکھنا اور بولنا چاہیے۔

(ii) جب تاریخ پہلے اور مہینا بعد میں ہو تو ''آج بائیس مئی ہے'' لکھنا اور بولنا چاہیے۔

9۔ کچھ اسکولوں کے ابتدائی درجوں میں پہاڑے یاد کرانے کا طریقہ بھی غلط ہے۔ ان سکولوں میں پہاڑا اس طرح پڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً 2 کا پہاڑا

4=2x2

6=2x3

8=2x4

10=2x5

12=2x6

14=2x7

16=2x8

20=2x10

جب کہ ہونا یہ چاہیے کہ جس عدد کا پہاڑا ہو اس عدد کو پہلے لکھا جائے اور جس سے ضرب کھائے اسے بعد میں لکھا جائے

4=2x2

6=3x2

8=4x2

10=5x2

12=6x2

14=7x2

16=8x2

18=9x2

20=10x2

اہلِ زبان کا یہی طریقہ ہے۔

افعال کی مطابقت

جملے میں فاعل یا مفعول کی مطابقت سے فعل بھی واحد جمع یا مذکر اور مونث میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً

1۔ فاعل کی مطابقت سے

(i) ''احمد'' بازار گیا۔ اس جملے میں احمد واحد مذکر ہے لہٰذا فعل ''گیا'' بھی واحد مذکر آیا۔

(ii) رضیہ بازار گئی۔ رضیہ واحد مونث کی مطابقت سے فعل ''گئی'' آیا۔

(iii) ہم بازار گئے۔ ہم کی مطابقت سے فعل ''گئے'' استعمال ہوا۔

(iv) وہ عورتیں بازار گئیں۔ ''وہ'' جمع مونث کی مطابقت سے ''گئیں'' جمع مونث استعمال ہوا۔

2۔ مفعول کی مطابقت سے

(متعدی جملوں میں)

(i) احمد نے روٹی کھائی۔ ''روٹی'' کی مطابقت سے فعل ''کھائی'' واحد مونث آیا۔

(ii) احمد نے پانی پیا۔ ''پانی'' کی مطابقت سے فعل ''پیا'' واحد مذکر آیا۔

(iii) انہوں نے سیب کھائے۔ یہاں ''سیب'' جمع مذکر ہے۔ اس لیے ''کھائے'' فعل آیا۔

(iv) انہوں نے کتابیں پڑھیں۔ ''کتابیں'' مونث جمع کی مطابقت سے فعل ''پڑھیں'' جمع مونث آیا۔

3۔ دو فعل کی صورت میں

(فعل لازم میں)

(i) رضیہ بازار جاتی ہے۔ (جاتی + ہے)

یہاں فعل کی تبدیلی فاعل کے مطابق ہوئی۔ یعنی جملے میں ''رضیہ'' واحد مونث ہے اس لیے'' جاتی ''مونث واحد کے ساتھ'' ہے'' واحد آیا۔

اسی طرح

(ii) رضیہ اور رقیہ بازار جاتی ہیں (پہلا فعل'' جاتی'' واحد مونث اور دوسرا'' ہیں'' جمع آیا۔

(iii) احمد بازار جاتا ہے ('' جاتا'' واحد مذکر اور'' ہے'' واحد آیا)

(iv) احمد اور رفیق بازار جاتے ہیں۔ ('' جاتے'' جمع مذکر اور'' ہیں'' جمع آیا)

نوٹ: (ایسے جملوں میں'' مونث فاعل'' کی صورت میں پہلا فعل'' مونث واحد'' اور'' واحد فاعل'' کے ساتھ'' واحد فعل'' اور'' جمع فاعل'' کے ساتھ'' جمع فعل'' آتا ہے۔ جب کہ مذکر فاعل کی صورت میں دونوں فعل واحد و جمع کی مطابقت سے تبدیل ہوتے ہیں۔

اگر فاعل دو ہوں اور فعل ایک ہو تو فعل جمع آتا ہے۔ مثلاً

رضیہ اور رقیہ بازار جائیں/گئیں

4۔ فعل مستقبل میں

مصدری کلمے سے'' نا'' ہٹانے کے بعد واحد فاعل کے ساتھ'' ئے'' اور جمع فاعل کے ساتھ'' ئیں'' لگا کر گا، گے یا گی'' کا اضافہ کرتے ہیں جیسے:

(i) وہ بازار جائے گا۔ فاعل واحد مذکر ہو تو'' ئے + گا''

(ii) وہ بازار جائیں گے۔ فاعل جمع مذکر ہو تو'' ئیں + گے''

(iii) وہ بازار جائے گی۔ فاعل واحد مونث ہو تو'' ئے + گی''

(iv) وہ بازار جائیں گی۔ فاعل جمع مونث ہو تو'' ئیں + گی''

یعنی مذکر فاعل کے ساتھ'' گا'' اور'' گے'' اور مونث فاعل کے ساتھ'' گی'' لگایا جاتا ہے۔

5۔ ماضی قریب اور ماضی بعید میں فعل ناقص فاعل کی مطابقت سے تبدیل ہوتا ہے جیسے:

(i) وہ بازار گئی ہے۔'' وہ'' واحد کے ساتھ واحد'' ہے'' فعل ناقص آیا۔

ماضی قریب

(ii) وہ بازار گئی ہیں۔ ''وہ'' جمع فاعل کے ساتھ جمع ''ہیں'' فعل ناقص آیا۔

اسی طرح ماضی بعید میں

(i) وہ بازار گئی تھی۔ واحد وہ کے ساتھ ''تھی''

(ii) وہ بازار گئی تھیں۔ جمع وہ کے ساتھ ''تھیں''

ان تمام جملوں میں اصل فعل ''گئی'' میں تبدیلی نہیں ہوئی جب کہ ماضی مطلق میں چونکہ فعل ناقص نہیں ہوتا اس لیے اصل فعل میں تبدیلی ہوتی ہے۔ جیسے

(i) وہ بازار گئی۔ واحد فاعل۔ واحد فعل

(ii) وہ بازار گئیں۔ جمع فاعل۔ جمع فعل

6- فعل جاری میں مونث فاعل کی صورت میں پہلا فعل ہمیشہ واحد رہتا ہے اور دوسرا فعل، فاعل کی مطابقت سے بدلتا ہے جیسے:

(i) وہ بازار جارہی ہے۔ ''وہ'' واحد کے ساتھ ''ہے'' واحد

(ii) وہ بازار جارہی تھی۔ ''وہ'' واحد کے ساتھ ''تھی'' واحد

(iii) وہ بازار جارہی ہیں۔ ''وہ'' جمع کے ساتھ ''ہیں'' جمع

(iv) وہ بازار جارہی تھیں۔ ''وہ'' جمع کے ساتھ ''تھیں'' جمع

ان جملوں میں پہلا فعل واحد ہی رہا یعنی ''جارہی''

7- فعل تمنائی میں فعل، فاعل کی مطابقت سے بدلتا ہے جیسے:

(i) وہ لڑکیاں بازار جاتیں۔

(ii) وہ لڑکی بازار جاتی۔

(iii) وہ لڑکے بازار جاتے۔

(iv) وہ لڑکا بازار جاتا۔

8- فعل مضارع میں فعل، فاعل کی مطابقت سے بدلتا ہے جیسے:

(i) وہ لڑکیاں بازار جائیں۔

(ii) وہ لڑکی بازار جائے۔

(iii) وہ لڑکا بازار جائے۔

(iv) وہ لڑکے بازار جائیں۔

9۔ دو سے زائد افعال خصوصاً حالیہ جملوں میں جب دو سے زیادہ فعل آتے ہیں تو وہ تمام کے تمام فاعل سے مطابقت رکھتے ہیں جیسے:

1۔ وہ ڈانٹ سن کر منہ بناتا ہوا چلا گیا (چار افعال = بناتا۔ ہوا۔ چلا۔ گیا)

2۔ وہ غصے میں اسے مارتا چلا گیا (تین افعال۔ مارتا۔ چلا۔ گیا)

متعدی جملوں میں فعل کی مطابقت مفعول کے ساتھ ہوتی ہے جیسے:

(i) نجمہ نے یہ قلم بازار سے گزرتے ہوئے خریدا۔ (گزرتے ہوئے = جمع مذکر) ''خریدا'' مفعول قلم سے مطابقت

(ii) اسے یہ چوٹ کھیلتے ہوئے لگی۔ مفعول سے مطابقت

(iii) اسے یہ چوٹیں کھیلتے ہوئے لگیں۔ مفعول سے مطابقت

10۔ اگر ایک ہی قسم کے دو فعل کی تکرار ہو تو دونوں فعل جمع کے صیغے میں آتے ہیں۔ انہیں واحد استعمال کرنا فصیح نہیں۔ جیسے:

(i) وہ کام کرتے کرتے تھک گیا۔ یہاں ''کرتا کرتا'' فصیح نہیں۔

(ii) وہ بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گیا۔ یہاں ''بیٹھا بیٹھا'' فصیح نہیں۔

11۔ اگر فاعل ایک سے زیادہ اور بے جان ہوں تو آخری فاعل کے مطابق فعل واحد یا جمع یا مونث یا مذکر آتا ہے مثلاً

(i) چار کرسیاں اور ایک میز ٹوٹ گئی۔ (میز کی مطابقت سے فعل واحد اور مونث ''گئی'' آیا۔)

(ii) ایک میز اور چار کرسیاں ٹوٹ گئیں۔ (چار کرسیاں کی مطابقت سے فعل ''گئیں'' جمع مونث آیا۔)

(iii) تین پنسلیں اور ایک قلم گم ہو گیا۔ قلم کی مطابقت سے فعل مذکر آیا۔

(iv) ایک قلم اور تین پنسلیں گم ہوگئیں۔ پنسلیں کی مطابقت سے فعل مونث آیا۔

12- اگر فاعل جاندار ہوں، مذکر ہوں اور ایک سے زیادہ ہوں تو فعل جمع مذکر آئے گا۔ جیسے:

اکرم اور حمید بازار گئے

13- اگر دونوں فاعل جاندار مگر مونث ہوں تو فعل جمع مونث آئے گا جیسے:

ماں بیٹی چلی گئیں

14- اگر دو فاعل جاندار ہوں ان میں ایک مونث اور دوسرا مذکر اور دونوں جاندار ہوں تو فعل جمع مذکر آئے گا جیسے:

1- ماں بیٹا چلے گئے۔

2- بھائی بہن چلے گئے۔

15- اگر کئی فاعل ہوں اور ان میں جمع، واحد، مذکر اور مونث سب ہوں لیکن بے جان ہوں تو آخری فاعل کی مطابقت سے فعل آئے گا جیسے:

(i) اس کا گھربار، ڈھور ڈنگر، مال و اسباب اور جاگیر ختم ہوگئی۔

(ii) اس کا گھربار، مویشی اور مال و اسباب سب ختم ہوگیا۔

(iii) اس کی جاگیر، مویشی اور مکانات سب بک گئے۔

16- مندرجہ بالا جملوں کے آخر میں اگر ''کچھ یا کوئی'' آئے تو فعل واحد آئے گا۔ مثلاً

(i) اس کے مویشی، گھربار اور مکانات سب کچھ بک گیا۔

(ii) اس کے بھائی، بہن، ماں باپ اور رشتے دار کوئی نہ بولا۔

(iii) اس کے پاس دولت، جائیداد اور مویشی کچھ نہ رہا۔

17- فاعل جاندار ہو اور قابل احترام ہو تو فعل جمع آئے گا۔ مثلاً

میرے والد صاحب آگئے۔

18- ماضی قریب کے جملوں میں مطابقت اسی طرح ہوتی ہے۔

(i) احمد نے روٹی کھائی ہے۔

یہاں ''نے'' کی موجودگی میں فعل متعدی ہے اس لیے فعل کی مطابقت مفعول یعنی

''روٹی'' سے ہوگی۔ یعنی مفعول واحد مونث ہے تو فعل بھی واحد مونث آیا۔

(ii) احمد روٹی کھا چکا ہے۔

''چکا'' ۔چکی۔ چکے'' کی موجودگی میں فعل کی مطابقت فاعل سے ہوتی ہے۔ یعنی احمد واحد مذکر ہے تو فعل بھی واحد مذکر آیا۔

19- زمانہ حال کے منفی جملوں میں نہیں کے بعد' ہے یا ہیں'' استعمال نہیں ہوتا۔ جب تک کسی بات پر بہت زور نہ دیا گیا ہو مثلاً وہ کمرے میں نہیں ہیں/وہ یہاں نہیں آ رہے ہیں/وہ نہیں آتا ہے۔ (غیر فصیح)

(i) وہ کمرے میں نہیں۔ (سادہ جواب فصیح)

(ii) میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ وہ کمرے میں نہیں ہے۔ (پرزور جواب)

20- جایا کرنا۔ آیا کرنا۔ ہوا کرنا۔ افعال کا استعمال غیر فصیح ہے۔

مثلاً ہم اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ غیر فصیح

ہم اکثر وہاں جاتے تھے۔ فصیح

کبھی یہاں جنگل ہوا کرتا تھا۔ غیر فصیح

کبھی یہاں جنگل تھا۔ فصیح

21- ''چاہیے'' سے پہلے فعل ہو تو اس کا مطلب ہدایت یا نصیحت ہوتا ہے اور اگر اسم یا صفت ہو تو اس کا مطلب ضرورت طلب یا خواہش ہوتا ہے۔ مثلاً

ا۔ آپ کو یہ کام کرنا چاہیے ''کرنا'' فعل کے ساتھ (ہدایت)

ب۔ مجھے ایک کتاب چاہیے۔ کتاب اسم کے ساتھ (طلب)

معاون افعال یا امدادی افعال

معاون افعال یا امدادی افعال وہ فعل ہیں جو اصل فعل کے بعد آتے ہیں اور بات کی تکمیل میں زور پیدا کرتے ہیں۔ ایسے افعال جملے میں اپنے ذاتی معنی نہیں رکھتے بلکہ اصل فعل کی تقویت کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ امدادی فعل مندرجہ ذیل ہیں۔

جانا۔ دینا۔ لینا۔ رہنا۔ پڑنا۔ ڈالنا۔ لگنا۔ سکنا۔ چکنا۔ کرنا۔ آنا۔ اٹھنا۔ رکھنا۔ پانا۔ چاہنا

1۔ ان امدادی افعال میں ''چکنا، سکنا'' کے سوا باقی افعال تنہا بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ''سکنا'' اور ''چکنا'' ہمیشہ دوسرے فعل کی تکمیل کے لیے آتے ہیں اور تنہا کبھی استعمال نہیں ہوتے۔ باقی افعال تنہا اصل فعل کی صورت میں آسکتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے اصل معنی مراد ہوتے ہیں۔ مثلاً اسے یہاں رہنا ہے۔ ''رہنا'' اصل معنوں میں استعمال ہوا۔

2۔ امدادی فعل، حال، ماضی یا مستقبل کسی بھی زمانے میں آسکتے ہیں، یہ فعل اصل فعل کے معاون کے طور پر آتے ہیں۔

چند مثالیں:

جانا= کبھی ہماری طرف بھی آ جانا۔

اس جملے میں ''جانا'' آنے کی تکمیل کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اپنے اصل معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ جب کہ ''آنا'' اصل فعل ہے۔ اگر ''آ'' اور ''جا'' دونوں اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوں تو جملے کے معنی ہی ختم ہو جائیں۔

دینا= اس نے لکھ دیا۔

اس جملے میں ''لکھنا'' اصل فعل ہے اور ''دینا'' امدادی فعل

لینا= اس نے اپنا کام ختم کر لیا۔ ''ختم کرنا'' اصل فعل ہے اور ''لینا'' امدادی فعل

لگنا= وہ غصے میں آ کر تیز تیز بولنے لگا۔ ''بولنا'' اصل فعل ہے اور ''لگنا'' امدادی فعل ہے۔

چکنا = وہ کھانا کھا چکا۔ ''کھانا'' اصل فعل ہے اور ''چکنا'' امدادی فعل ہے۔

3۔ اگر جملے میں اجازت کے معنی ہوں تو ''سکنا۔ اور چکنا'' کے سوا دیگر تمام اصل فعل ''نے'' پر ختم ہوتے ہیں جیسے:

آنے دو۔ جانے دو۔ چلنے دو وغیرہ

4۔ فعل ''لگنا'' اردو میں مختلف معنی رکھتا ہے۔ مثلاً

ا۔ ''لگنا'' سے پہلے جب مصدری کلمہ ''نے'' ہو تو یہ کسی کام کے شروع کرنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے:

(i) وہ پانی پینے لگا۔ (ii) وہ پڑھنے لگا۔ (iii) پھر وہ کام کرنے لگا وغیرہ

ب۔ اگر ''لگنا'' سے پہلے اسم یا صفت ہو تو یہ ''اندازہ ہونے یا احساس ہونے'' کے معنی دیتا ہے مثلاً

(i) یہ تو سازش لگتی ہے۔ (ii) یہ قمیض چھوٹی لگتی ہے۔ (iii) یہ برا لگ رہا ہے
(iv) مجھے سردی لگ رہی ہے (v) مجھے ڈر لگ رہا ہے وغیرہ

بعض اوقات اسم یا صفت کے بعد اور ''لگنا'' سے پہلے سا۔سی۔سے وغیرہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن مفہوم یہی رہتا ہے۔ جیسے:

(i) وہ تو آوارہ سا لگتا ہے (ii) مجھے ڈر سا لگ رہا ہے۔ وغیرہ

ج۔ اگر ''لگنا'' سے پہلے حروف وصل ہوں یا اسم ہو تو جوڑنے، چسپاں کرنے، ترتیب دینے، ملنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے:

(i) دیوار پر تصویر لگا دو (ii) وہ تمہارا کیا لگتا ہے
(iii) وہ دروازے سے لگا کھڑا ہے (iv) اسے کون سی بیماری لگ گئی
(v) اس کی نوکری لگ گئی (vi) ایک پان لگا دو
(vii) مکان کو آگ لگ گئی (viii) وہ پودے لگا رہے ہیں۔ وغیرہ

فعل متعلق یا تابع فعل

1۔ اردو میں فعل متعلق یا تابع فعل سے پہلے ''کی'' کا استعمال درست نہیں۔ تابع فعل سے پہلے ''کے'' کا استعمال فصیح ہے۔ مثلاً
کے لیے۔ کے ساتھ۔ کے پاس۔ کے نزدیک۔ کے واسطے۔ کے قریب۔ کے بجائے۔ کے دوران میں۔ کے اوپر۔ کے نیچے۔ کے برابر۔ کے سامنے۔ کے آگے۔ کے پیچھے۔ کے مانند وغیرہ

2۔ کے اوپر۔ کے نیچے۔ کے پاس۔ کے برابر۔ کے سامنے۔ کے آگے۔ کے پیچھے۔ کے قریب۔ کے نزدیک۔ کے ساتھ۔ کے لیے سے پہلے ''میرے'' یا ''ہمارے'' ہو تو ''کے'' حذف ہو جاتا ہے۔ مثلاً میرے لیے، ہمارے لیے۔

3۔ ''دائیں'' اور ''بائیں'' کے اردو میں دو تلفظ ہیں، ایک کائیں، بھائیں کے وزن پر جیسے۔ ''کوا کائیں کائیں کرتا ہے''
اور دوسرا (برادری) آرائیں، کے وزن پر۔ یعنی

پہلا تلفظ = آیئے کھانا ''کھائیں''

دوسرا تلفظ = اس نے پانچ روٹیاں ''کھائیں''

''دائیں اور بائیں'' دونوں لفظ صفت ہیں لہٰذا فاعل یا مفعول کی مطابقت سے ان سے پہلے کا۔ کے۔ کی آسکتے ہیں مثلاً

(i) اس کے دائیں ہاتھ میں...... (ii) اس کی بائیں پسلی میں......

اسی طرح دوسرے افعال مثلاً آئیں۔ پائیں۔ گائیں۔ ڈھائیں وغیرہ مذکر فاعل یا مفعول کے ساتھ پہلے تلفظ میں اور مونث فاعل یا مفعول کے ساتھ دوسرے تلفظ میں بولے جاتے ہیں۔

4۔ ابتداء۔ طرح۔ طرف۔ طرز۔ مونث اسم ہیں۔ یہ فعل متعلق یا تابع فعل نہیں اس لیے ان سے پہلے ''کی'' آتا ہے۔ مثلاً کی طرح۔ کی طرف۔ کی طرز پر۔

5۔ ''اثنا میں'' کے ساتھ، کا۔ کے یا کی کا استعمال نہیں ہوتا۔

عطف

1۔ اردو الفاظ میں ''و'' بطور عطف استعمال نہیں کی جاتی بلکہ اس کی جگہ ''اور'' استعمال کیا جاتا ہے جیسے:

تالا اور چابیاں

ریت اور پتھر

انگوٹھا اور انگلیاں

پیڑ اور چھاؤں

پہاڑ اور دریا

آگ اور پھوس

میں اور وہ وغیرہ

2۔ اگر ایک لفظ اردو کا ہو اور دوسرا فارسی یا عربی کا تب بھی ''و'' بطور عطف استعمال نہیں ہوتا بلکہ ''اور'' استعمال ہوتا ہے جیسے:

اکھاڑا اور پہلوان

سادھو اور قلندر

بُندے اور گلوبند

اچار اور مربا

کھال اور گوشت

3۔ فارسی یا عربی الفاظ کے درمیان ''و'' لکھا جاتا ہے۔ جیسے

درس وتدریس

علم وادب

رنج وملال

غم وغصہ

ذوق وشوق وغیرہ

4۔ دو ناموں کے درمیان ''اور'' بطور حرف عطف آتا ہے جیسے:

اکرم اور احسان

اجمل اور ریحان

غلام احمد اور اللہ بخش وغیرہ

5۔ کئی الفاظ ایسے ہیں جن کے درمیان ''وَ'' نہیں ہے کیونکہ وہ روزمرہ میں ایک لفظ شمار ہوتے ہیں یا دوسرے معنوں میں یہ مرکب لفظ ہیں۔ لہٰذا ان لفظوں کے درمیان ''وَ'' کا استعمال غلط ہے۔ مثلاً

درست	غلط
چیخ پکار	چیخ و پکار
شور غل	شور و غل
چاق چوبند	چاق و چوبند
خاطر مدارت	خاطر و مدارت
سوچ بچار	سوچ و بچار
حساب کتاب	حساب و کتاب
قوس قزح	قوس و قزح
نیل مرام	نیل و مرام
نوک جھوک	نوک و جھوک
رہن سہن	رہن و سہن وغیرہ

6۔ فارسی میں ''وَ'' کی آواز ''او'' کی طرح نکلتی ہے۔ خصوصاً مرکب الفاظ میں جیسے آب و دانہ۔ آب و گل۔ ذوق و شوق۔ رنگ و روپ۔ غم و غصہ۔ حلال و حرام۔ رانج و ملال۔ وغیرہ اسی طرح عربی الفاظ بھی اردو میں ''وَ'' کے ساتھ ''مرکب بنا لیے گئے ہیں جیسے صبر و شکر، قرآن و حدیث وغیرہ۔

7- قرآنی آیات کے درمیان جب "وْ" آتی ہے تو "وا" کی آواز دیتی ہے۔ جیسے:
والتین والزیتون ، ایاک نعبد و ایاک نستعین،

8. جب دو مرکب الفاظ آپس میں "وْ" کے ذریعے ملتے ہیں تب بھی "وا" کی آواز ہوتی ہے۔ جیسے:

(i) عربی املا ورموز اقاف

(ii) تندخو و زود پشیماں

(iii) تدریسِ علم و حصولِ رزق وغیرہ

اپنا۔ اپنی اور اپنے کا استعمال

اردو میں ہم۔ وہ، تم کے ساتھ میرا، میری، میرے، اس کا، اس کی، تمہارا، ان کا، ان کی، ان کے، آتا ہے اور بعض اوقات اپنا۔ اپنی۔ اپنے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس لکھا جائے تو جملہ غلط ہو جاتا ہے۔ جیسے مندرجہ ذیل جملوں سے ظاہر ہے:

درست جملے

(الف)

1۔ میں اور میری بیوی ایک مکان میں رہتے ہیں۔

2۔ میں اور میرا بھائی لاہور جائیں گے۔

3۔ وہ اور اس کا دوست گھر گئے۔

(ب)

1۔ میں اپنے گھر گیا تھا۔

2۔ میں اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔

I3 آپ اسے اپنے گھر کیوں لائے؟

غلط جملے

(الف)

1۔ میں اور اپنی بیوی ایک مکان میں رہتے ہیں۔

2۔ میں اور اپنا بھائی لاہور جائیں گے۔

3۔ وہ اور اپنے دوست گھر گئے۔

(ب)

1۔ میں میرے گھر گیا تھا۔

2۔ میں میری بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔

3۔ آپ اسے آپ کے گھر کیوں لائے؟

مندرجہ بالا جملوں میں حصہ ''الف'' میں۔ میری۔ میرا، اس کا، استعمال درست ہے، جب کہ ''ب'' حصے میں اپنے، اپنی کا استعمال درست ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ میرا۔ میری۔ میرے وغیرہ فاعل کی صورت میں استعمال ہوتے ہیں اور اپنا۔ اپنے۔ اپنی۔ مفعول کی صورت میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر دیے ہوئے درست جملوں سے واضح ہے۔ اس کے برعکس جملہ غلط ہو جائے گا جیسا کہ غلط جملوں میں ہوا ہے۔

اضافت وترکیب

دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو آپس میں ملانے کے لیے اردو میں کا، کے، کی، کا بطور اضافت استعمال ہوتا ہے جب کہ فارسی عربی الفاظ میں زیر، ہمزہ یا ال کا استعمال کیا جاتا ہے۔ فارسی عربی کے اس طریقے سے جب دو یا دو سے زائد الفاظ کو ملا کر نئے اور دلکش معنی پہنائے جاتے ہیں تو ان مجموعہ الفاظ کو ترکیب کہا جاتا ہے۔ ترکیب کے لیے اضافت کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس طرح ایک مرکب لفظ بنایا جاتا ہے۔

1۔ اضافت کے لیے اردو میں کا۔ کی اور کے' کا استعمال ہوتا ہے جیسے:

سڑک کے کنارے۔ آنکھ کا تل۔ آنسوؤں کا سیلاب۔ سمندر کی سطح وغیرہ

اُنہیں: برلبِ سڑک۔ تلِ چشم۔ سیلِ آنسو۔ سطحِ سمندر لکھنا غلط ہے۔ کیونکہ زیر یا ء کی اضافت عربی فارسی الفاظ سے مخصوص ہے۔

2۔ اگر ایک لفظ اردو ہو اور دوسرا فارسی یا عربی پھر بھی زیر یا ''ء'' کی اضافت نہیں آئے گی بلکہ کا۔ کی اور کی' کی اضافت استعمال ہوگی۔ جیسے نمبر 1 میں ''سمندر کی سطح'' میں سمندر اردو ہے ''آنسوؤں کا سیلاب'' سیلاب فارسی، اسے سطحِ سمندر لکھنا یا سیلابِ آنسوؤں لکھنا درست نہیں۔

3۔ فارسی میں اضافت کے دو طریقے ہیں جو اردو میں بھی مستعمل ہیں لیکن صرف فارسی الفاظ کے ساتھ

(i) مضاف پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ بعد میں جیسے

رگِ گل۔ دشمنِ جاں۔ طرزِ تحریر۔ محبِ وطن۔ ابرِ باراں وغیرہ

یہ اضافت زیر کے ساتھ مستعمل ہے یہاں ''کا، کے، کی'' کا استعمال نہیں ہوگا جب کہ معنی کا۔ کے۔ کی کے ہیں۔ یہ دو الفاظ مل کر ایک لفظ کے معنی دیتے ہیں اور ترکیب کے ضمن میں آتے ہیں۔

(ii) موصوف پہلے آتا ہے اور صفت بعد میں آتی ہے جیسے:

دلِ ناداں ۔ روحِ رواں ۔ قائدِ اعظم ۔ باطنِ سیاہ وغیرہ

یہاں بھی اضافت کا زیر استعمال ہوتا ہے لیکن معنی کا ۔ کے ۔ کی کے نہیں نکلتے ۔ ایسے الفاظ بھی ترکیب کے ضمن میں آتے ہیں ۔

4۔ جو لفظ ی، ے یا ہ (جب کہ ہ آواز نہ دیتی ہو) پر ختم ہو تو اس کے بعد ترکیب کے لیے ''ء'' کی اضافت لگاتے ہیں جیسے:

(ا) ''ی'' = شوخیٔ تحریر ۔ تنگیٔ داماں ۔ کشتیٔ دل ۔ زندگیٔ فانی وغیرہ

(ب) ''ے'' = شئے لطیف ۔ درپئے آزاد ۔ مئے تلخ ۔ مئے لالہ فام وغیرہ

(ج) بے آواز ''ہ'' = نغمۂ شیریں ۔ روزۂ رمضان ۔ جامۂ ابریشم ۔ خانۂ خدا وغیرہ

ترکیب میں ''ئے'' کی اضافت اردو میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ فارسی کے ساتھ ساتھ عربی الفاظ کے لیے بھی ''ئے'' کی اضافت استعمال کی جانے لگی ہے اور چونکہ اس کا چلن ہو چکا ہے لہٰذا اردو کے لحاظ سے یہ فصیح ہے جب کہ عربی زبان میں یہ قطعی غلط ہے ۔ اردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کو باہم ملا کر تراکیب بنائی گئی ہیں ان کے لیے اضافت ''ئے'' ہی استعمال کی گئی ہے مثلاً:

علمائے حق	دونوں عربی	
حکمائے حاذق	دونوں عربی	
افشائے راز	عربی فارسی	
اخفائے راز	عربی فارسی	
شعرائے جدید	عربی فارسی	
سوئے چمن	عربی فارسی	
روئے زیبا	عربی فارسی	وغیرہ

5۔ جو الفاظ ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں اور ''ہ'' اپنی آواز کھل کر دیتی ہے تو ایسے الفاظ کے ساتھ اضافت کے لیے ''ء'' کی جگہ زیر استعمال ہوتا ہے جیسے:

راہِ پُر خار ۔ تہہِ گردوں ۔ گواہِ خاص ۔ گرہِ پیچدار ۔ کلاہِ شاہی ۔ شہنشاہِ دوجہاں وغیرہ

6۔ کچھ عربی تراکیب اردو دان طبقے نے فارسی طریقے سے ڈھال لی ہیں اور یہ اب اس قدر مقبول ہو چکی ہیں کہ اردو کا حصہ نظر آتی ہیں۔ ایسی تراکیب کا غلط العام میں شمار ہو گا جیسے:

لفظ ''حزب'' سے عربی تراکیب = حزب الاحرار۔ حزب اللہ درست ہیں۔

اور فارسی طریقے سے = حزبِ اقتدار۔ حزبِ مخالف کی تراکیب غلط العام ہیں۔ لیکن اردو میں فصیح ہیں۔

اسی طرح ربیع الاولیٰ کی جگہ ربیع الاوّل، ربیع الاخریٰ کی جگہ ربیع الثانی،

ذی العقدہ کی جگہ ذی قعد اردو میں فصیح ہیں حالانکہ غلط العام ہیں۔

7۔ کچھ تراکیب ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی سابقہ یا لاحقہ لگا کر بنائی گئی ہیں اور اب انکا چلن اتنا عام ہو چکا ہے کہ یہ اردو ہی شمار ہونے لگی ہیں۔ جیسے:

پاندان = (پان + دان)

اگال دان، نمک دان، گاڑی بان، پتنگ باز، دھوکے باز،

ہم جولی = (ہم فارسی سابقہ) وغیرہ

ان تراکیب میں اضافہ کا رابطہ نہیں۔

8۔ ''ال'' صرف عربی لفظ کے ساتھ آتا ہے۔ غیر عربی لفظ کے ساتھ ''ال'' کا استعمال درست نہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل تراکیب درست نہیں۔

لال الدین۔ چراغ الدین۔ قریب المرگ۔ فوق البھڑک وغیرہ

9۔ بہت سی تراکیب میں زیر کی اضافت نہیں ہے۔ لہذا ان تراکیب میں زیر لگانا درست نہیں۔ مثلاً

غلط	درست
پسِ منظر	پس منظر
چشمِ زدن	چشم زدن
دستِ نگر	دست نگر وغیرہ

تابع مہمل وتابع موضوع

1۔ اردو بول چال میں کئی ایک لفظوں کے ساتھ بے معنی الفاظ بولے جاتے ہیں۔ مثلاً پانی وانی، روٹی ووٹی، چائے وائے وغیرہ۔ ان میں وانی۔ ووٹی۔ وائے بے معنی الفاظ ہیں۔ جنہیں پانی، روٹی اور چائے کے ساتھ ملا کر بولا گیا ہے۔ بے معنی الفاظ کو ''تابع مہمل'' کہتے ہیں اور جن بامعنی الفاظ کے ساتھ یہ آتے ہیں انہیں ''متبوع'' کہتے ہیں۔

2۔ اسی طرح کچھ بامعنی الفاظ کے ساتھ جو دوسرے الفاظ بولے جاتے ہیں وہ قطعی بے معنی نہیں ہوتے بلکہ ان کے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے اصل معنوں میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ معنی پہلے لفظ یعنی ''متبوع'' ہی کے لیے جاتے ہیں۔ ایسے بامعنی لفظوں کو جو متبوع کے ساتھ ملا کر بولے جاتے ہیں۔ ''تابع موضوع'' کہتے ہیں۔ جیسے بول چال۔ رونا دھونا۔ وغیرہ ان الفاظ میں معنی تو صرف متبوع یعنی ''بول'' اور ''رونا'' کے لیے جاتے ہیں لیکن تابع موضوع ''چال'' اور ''دھونا'' کے اپنے معنی بھی ضرور ہیں۔ لیکن جملے میں متبوع کے ساتھ آنے پر یہ اپنے معنی نہیں دیتے۔

اردو بول چال میں تابع مہمل اور تابع موضوع، زبان کی دلکشی، جاذبیت اور اس میں حسن پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ بے ساختہ زبان سے نکلنے والے الفاظ ہوتے ہیں۔ یہ اہل زبان کا ایک مخصوص انداز گفتگو ہے جو آپس کے خلوص، بے تکلفی اور اپنائیت کا اظہار کرتا ہے، جب کہ کسی اجنبی سے گفتگو کرتے وقت اس انداز بیان سے حتی الوسع احتراز کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر تابع مہمل کا استعمال نہیں کیا جاتا مثلاً کسی بے تکلف دوست کو برملا کہا جا سکتا ہے ''یار چائے وائے پلاؤ'' لیکن یہ انداز کسی اجنبی سے اختیار نہیں کیا جاتا۔ تابع موضوع بعض اوقات زبان کی فصاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے ''کیا آپ کی اس سے بول چال نہیں؟

<u>تابع مہمل کی چند مثالیں</u>

روٹی ووٹی، پانی وانی، لوٹا ووٹا، آگ واگ، ٹال ٹول، ٹھیک ٹھاک، چیخ چاخ،

ٹھونس ٹھانس، جھوٹ موٹ، بیٹھ باٹھ، پوچھ پاچھ، دیکھ بھال، ڈھونڈ ڈھانڈ، الگ تھلگ، سوچ ساچ، چھیڑ چھاڑ، پکڑ دھکڑ، مال وال، بات چیت، دھونس دھانس، جل تھل، کھینچ کھانچ وغیرہ

تابع موضوع کی مثالیں

تابع موضوع جملے میں تین طرح سے آتے ہیں۔

(i) متبوع اور تابع موضوع کے معنی میں کوئی ربط نہیں ہوتا مثلاً

بھیڑ بھاڑ، تول تال، مانا تانگا، رنگ ڈھنگ، دھوم دھام، سیکھ ساکھ، دم خم، حال چال، رونا دھونا، ذات پات، جھاڑ پھونک۔ دوڑ دھوپ وغیرہ

(ii) متبوع اور تابع موضوع ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہیں جیسے:

آنا جانا، ہار جیت، لیا دیا، تانا بانا، جوڑ توڑ، اونچ نیچ، لگائی بجھائی وغیرہ

(iii) متبوع اور تابع موضوع ہم معنی ہوتے ہیں جیسے:

خاک دھول، تاک جھانک۔ کاٹ چھانٹ، اچھل کود، پالا پوسا، بھولا بھٹکا، بھلا چنگا، دن دھاڑے، ٹوٹ پھوٹ، الٹ پلٹ، چمک دمک، لڑائی بھڑائی، شور غل، چیخ پکار، پھٹا پرانا، میل ملاپ، پاس پڑوس، دور دراز، دھن دولت، گھن گرج، ڈھور ڈنگر، بھول چوک، جھاڑ پونچھ، لوٹ کھسوٹ، سکھائی پڑھائی، چھان بین، روک تھام وغیرہ

(نوٹ) یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ متبوع ہمیشہ بامعنی لفظ ہوتا ہے اور اکیلا بھی جملے میں استعمال ہوسکتا ہے۔

3۔ اردو میں کچھ ایسے مرکب الفاظ بھی ہیں جو بظاہر تابع مہمل نظر آتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ برصغیر کی کسی مقامی بولی میں ان کے متبوع تنہا جملے میں استعمال ہوتے ہوں۔ لیکن اب یہ مرکب صورت ہی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا تنہا چلن نہیں رہا۔ ان مرکب الفاظ میں سے اکثر آوازوں کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے کھچا کھچ۔ دھما دھم۔ دمادم۔ رم جھم۔ چھنا چھن۔ کھنا کھن۔ فٹافٹ۔ الم غلم۔ اٹکل پچو وغیرہ

سیدھا سادا/سیدھا سادہ/سیدھا سادھا

ان میں ''سادا'' کسی زبان میں استعمال نہیں ہوتا۔ ''سادہ'' فارسی لفظ ہے اور ''سیدھا'' اردو لفظ۔ اس لیے ''سیدھا'' کے ساتھ ''سادہ'' تابع موضوع نہیں آ سکتا۔ لٰہذا ''سیدھا'' کے ساتھ ''سادھا'' درست ہے یہاں ''سادھا'' تابع مہمل ہے جیسے بھولا بھالا۔ گھوما گھاما وغیرہ۔ اردو لفظ کے ساتھ فارسی تابع موضوع یا تابع مہمل درست نہیں)

اسم کیفیت

اردو میں اسم کیفیت بنانے کے کئی طریقے ہیں۔ اکثر ''ی'' کا اضافہ کرنے سے اسم کیفیت بنائی جاتی ہے اور فارسی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً

1۔ موٹا سے موٹائی — گرم سے گرمی
چوڑا سے چوڑائی — سرد سے سردی
خوب صورت سے خوب صورتی — بہادر سے بہادری
روشن سے روشنی — بزدل سے بزدلی
آب سے آبی — نیک سے نیکی
خاک سے خاکی — شرع سے شرعی
نماز سے نمازی وغیرہ

2۔ فارسی الفاظ جو ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں ان کی اسم کیفیت بنانے کا عام طریقہ یہ ہے کہ آخری ''ہ'' ہٹا کر آخر میں ''گی'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ باقی الفاظ کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً

ا۔ حیران سے حیرانی۔ حیرانگی درست نہیں
درست سے درستی۔ درستگی درست نہیں
ناراض سے ناراضی۔ ناراضگی درست نہیں
جب لفظ کا آخری حرف ''ہ'' ہو

ب۔ بے قاعدہ سے بے قاعدگی
وارفتہ سے وارفتگی
سادہ سے سادگی
تشنہ سے تشنگی
آوارہ سے آوارگی

کمینہ	سے	کمینگی
بدمزہ	سے	بدمزگی
شائستہ	سے	شائستگی وغیرہ

-3 اس میں ایک دو استثنائی الفاظ بھی ہیں۔ مثلاً

برخاست جو "ہ" پر ختم نہیں ہوتا اس سے برخاستگی بنایا گیا۔ خفا سے خفگی۔ قواعد کی رو سے یہ درست نہیں۔ لیکن ان کا عام چلن ہو چکا ہے لہذا یہ فصیح قرار پائیں گے۔

کچھ اسم کیفیت ایسی بھی ہیں جو فارسی الفاظ کے ساتھ عربی ترکیب کے اضافے سے بنائی گئی ہیں۔ فارسی اور عربی قواعد کی رو سے یہ غلط ہیں۔ لیکن ایسی تراکیب کا اردو میں اب چلن ہو گیا ہے۔ بلکہ اردو کا ایک لفظ بن چکی ہیں لہذا انہیں غلط کہنے کے بجائے انہیں اردو میں فصیح شمار کیا جائے گا۔ مثلاً

یکساں سے یکسانی تو درست لیکن اردو میں "یت" لگا کر یکسانیت بنا لیا گیا ہے۔ اسی طرح شہر سے شہری ہے مگر اردو میں شہریت بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح دیگر اسمائے کیفیت یگانگت۔ ساختیاتی۔ نامیاتی۔ تجرباتی۔ ارزانیت۔ مغربیت۔ ملائیت۔ اسلامیت۔ وغیرہ اب اردو الفاظ شمار ہوں گے۔ لیکن ایسی اسمائے کیفیت یا تراکیب درست نہیں کہی جا سکتیں جو عربی فارسی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی غلط ہیں۔ مثلاً

1۔ جناب سے جنابہ (جب کہ "جناب" مذکر و مونث دونوں طرح آ سکتا ہے)

2۔ بھاوج سے بھاوجہ ("بھاوج" خود مونث لفظ ہے اس سے "بھاوجہ" بنانا درست نہیں۔)

3۔ فوت سے فوتیدگی (فوت سے "وفات" درست ہے لیکن زبردستی "فوتیدگی" بنا لینا قطعی غلط ہے "انتقال" کا لفظ بھی استعمال ہو سکتا ہے۔)

اسی طرح بہبودی، انکساری، تعیناتی اور تقرری بھی غلط ہیں۔ ان کی جگہ بہبود، انکسار، تعینات اور تقرر درست ہیں کیونکہ یہ تمام الفاظ مذکر ہیں۔

کے بعد۔ سے پہلے

پہلا۔ پہلے۔ پہلی کے شروع میں ''سے'' اور ''بعد'' کے شروع میں ''کے'' حرف جار آتا ہے۔ جیسے

1۔ وہ مجھ سے پہلے چلا گیا 2۔ وہ سب سے پہلے آیا (''کے پہلے'' غلط ہے)

3۔ میں آپ کے بعد آیا 4۔ وہ دس بجے کے بعد گیا (''سے بعد'' غلط ہے)

اگر ''بعد کے شروع میں میرے یا ہمارے ہو تو ''کے'' حذف ہو جاتا ہے جیسے:

1۔ وہ میرے بعد آیا

2۔ وہ ہمارے بعد پہنچا

جہاں مدت یا عرصے کا تعین ہو وہاں بھی ''کے'' عام طور پر حذف کر دیا جاتا ہے اور اگر نہ کیا جائے تب بھی جملہ درست ہوتا ہے۔ مثلاً

1۔ وہ تین سال بعد آیا۔ وہ تین سال کے بعد آیا۔

2۔ اب جاؤ دو دن بعد آنا۔ اب جاؤ دو دن کے بعد آنا۔

3۔ نکاح پہلے ہو گیا تھا تین مہینے بعد رخصتی ہوئی/ نکاح پہلے ہو گیا تھا تین مہینے کے بعد رخصتی ہوئی

''نہیں''، ''مت'' اور ''نہ'' کا استعمال

ا) ''نہیں'' (i) عام منفی جملوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(ii) جہاں کسی بات کے انکار پر زور ہو وہاں ''نہیں'' کا استعمال ہوتا ہے۔

(iii) استفسار یا سوالیہ جملوں میں ''نہیں'' کا استعمال ہوتا ہے۔

(iv) ایسے شرطیہ جملے جو مستقبل کی نشاندہی کریں۔ مثلاً:

1۔ میں لاہور نہیں گیا۔

2۔ وہ ابھی نہیں آیا۔

3۔ وہ شرارتی نہیں۔

4۔ یہ سبز نہیں یہ نارنجی ہے۔

5۔ اب تو میں کبھی نہیں آؤں گا۔

6۔ آپ کیوں نہیں آئیں گے؟

7۔ میں دیکھتا ہوں وہ کیسے نہیں آئے گا؟

8۔ جب تک محنت نہیں کرو گے کامیاب نہیں ہو گے۔

9۔ اگر وہ نہیں آئے گا تو پچھتائے گا۔

10۔ جو گناہ کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ب) ''مت'' حکمیہ جملوں میں ''مت'' کا استعمال ہوتا ہے مثلاً

1۔ وہاں مت جاؤ۔

2۔ یہ کام مت کرو۔

ج) ''نہ'' (i) حکمیہ جملوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(ii) شرطیہ جملوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(iii) تاسف، حسرت اور بدنصیبی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

...ہے۔

مثلاً:

<u>حکمیہ جملے</u>

1۔ برے لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلو

2۔ اب یہ کام کبھی نہ کرنا

3۔ جاؤ! اب پھر یہاں نہ آنا

<u>شرطیہ جملے</u>

1۔ اگر وہ نہ آتا تو اچھا ہوتا

2۔ اس کا نہ آنا اس کے حق میں بہتر ہے

<u>تاسف و حسرت</u>

1۔ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا۔

2۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

3۔ کاش میں وہاں نہ جاتا۔

4۔ بہت کوشش کی مگر کام نہ ہوا۔

''اب'' کا استعمال

1۔ ''اب'' موجودہ وقت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن فعل مستقبل میں جب کسی مدت کا ذکر ہو تو ''اب'' پھر یا دوبارہ'' کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً

1۔ اب آپ کب آئیں گے؟

2۔ اب کل ملیں گے۔

3۔ اب وہ پرسوں نہیں آئے گا۔

4۔ اب میں دو دن بعد آؤں گا۔

5۔ اب جب آم کی فصل ہوگی تو میں آپ کو ضرور بلاؤں گا۔

2۔ یہ اہل زبان کا خصوصی انداز گفتگو ہے۔ یورپی زبانوں میں ''اب'' یعنی "Now" کا اس طرح استعمال فعل مستقبل کے لیے نہیں ہوتا۔ جیسے

1۔ اب میں بازار جاؤں گا۔

2۔ اب وہ آرام کرے گا۔

3۔ اب وہ کہاں جائے گی وغیرہ

روزمرّہ

اہل زبان بول چال میں الفاظ کو جس طرح استعمال کرتے ہیں، اس انداز بیان کو روزمرہ کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اہل زبان کی بول چال کو روزمرّہ کہا جاتا ہے۔ لہذا جو جملہ یا شعر روزمرّہ کے خلاف ہوگا وہ غیر فصیح بلکہ غلط کہلائے گا۔

روزمرّہ میں قواعد کے اصولوں کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اہل زبان کے اسلوب بیان کو فوقیت دی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی جملہ قواعد کی رو سے درست ہو لیکن اگر وہ اہل زبان کی بول چال کے مطابق نہیں تو فصاحت کے درجے سے گرا ہوا قرار پائے گا اور درست نہ ہوگا۔ مثلاً نا۔ بے۔ غیر۔ سابقے نفی کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اسی طرح۔ نادرست۔ بے درست۔ غیر درست۔ لادرست قواعد کے لحاظ سے ٹھیک ہیں۔ لیکن روزمرہ کے لحاظ سے صرف ''نادرست'' ٹھیک ہے۔

اسی طرح = بے غیرت۔ ناغیرت۔ غیر غیرت ان میں بے غیرت روزمرہ ہے۔

غیر جانبدار۔ لاجانبدار۔ بے جانبدار میں غیر جانبدار روزمرہ ہے۔

ذیل میں چند جملے درج کیے جاتے ہیں تاکہ روزمرّہ کے بارے میں تفصیل سے بیان ہو جائے۔

	روزمرہ کے خلاف جملے		روزمرہ کے مطابق جملے
1	پرندے آسمان میں اڑ رہے ہیں۔	1	پرندے آسمان پر اڑ رہے ہیں۔
2	کشتی سے سیر کشتی میں سیر کشتی پر سیر	2	کشتی پر سیر
3	ہم جاتی ہیں۔	3	ہم جاتے ہیں (جمع متکلم میں مونث فعل مذکر بولا جاتا ہے۔
4	میں نے لاہور جانا ہے (مصدری کلمے کے ساتھ ''نے'' درست نہیں)	4	مجھے لاہور جانا ہے
5	اس نے دستخط کردیا (دستخط جمع آتا ہے)	5	اس نے دستخط کردیے۔

6 اس نے چادر پہنی

6 اس نے چادر اوڑھی (جو کپڑا جسم کے اوپر ہو اس کے لیے اوڑھنا آتا ہے)

7 ماں نے بیٹے کو تھپڑ مارا۔

7 ماں نے بیٹے کے تھپڑ مارا۔ (روز مرہ میں ''کے'' ہے۔)

8 کیونکہ وہ بیمار ہے اس لیے نہیں آیا۔

8 چونکہ وہ بیمار ہے اس لیے نہیں آیا (جملے کی ابتدا میں چونکہ آتا ہے)

9 وہ اس لیے نہیں کیونکہ بیمار ہے

9 وہ اس لیے نہیں آیا کہ بیمار ہے (اگر جملے کی ابتدا میں اس لیے ہو تو درمیان میں ''کہ'' آتا ہے)

10 وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں۔ (متحرک حالت میں ساتھ آتا ہے جیسے وہ میرے ساتھ گیا۔)

10 وہ دونوں پاس پاس بیٹھے ہیں (غیر متحرک کی صورت میں ''پاس'' آتا ہے۔)

11 شور نہ ڈالو۔

11 شور نہ مچاؤ

12 یہ دوا ہر امراض کے لیے مفید ہے (ہر کے بعد واحد آتا ہے)

12 یہ دوا ہر مرض کے لیے مفید ہے۔

13 وہ کئی سالوں سے یورپ میں ہے۔ نوٹ (سالوں۔ دنوں مہینوں) نہیں آتا

13 وہ کئی سال سے یورپ میں ہے۔

14 بارش برس رہی ہے

14 بارش ہو رہی ہے

15 ناوقت بلایا

15 بے وقت بلایا

16 ابھی بھی نہیں آیا

16 ابھی نہیں آیا

17 جو بھی شخص آیا......

17 جو شخص آیا......

18 جانے کے بغیر

18 جائے بغیر

19 کبھی یہاں جنگل ہوا کرتا تھا

19 کبھی یہاں جنگل تھا

20	ساتھ والا کمرا	20	برابر والا کمرا
21	ممکن ہو سکے	21	ممکن ہو
22	وہ شادی شدہ ہو گیا ہے	22	اس کی شادی ہو چکی ہے
23	آئے روز (اردو فارسی ترکیب درست نہیں)	23	آئے دن
24	دن بدن (اردو الفاظ میں ''ب'' فارسی ترکیب درست نہیں)	24	روز بروز
25	معلوم دینا	25	معلوم ہونا
26	ضرور بہ ضرور	26	ضرور بالضرور
27	فاقے مرنا	27	فاقوں مرنا
28	ڈیرہ ڈال دینا	28	ڈیرے ڈال دینا
29	جھوٹ مارنا	29	جھوٹ بولنا
30	بے ناغہ	30	بلاناغہ
31	میرے سے	31	مجھ سے
32	رات پڑنا	32	رات ہونا
33	ناشتا کھانا	33	ناشتا کرنا
34	مجھے سمجھ نہیں آئی	34	میری سمجھ میں نہیں آیا
35	کو کہا	35	سے کہا
36	پتا کرنا	36	پتا چلانا/ پتا لگانا/ معلوم کرنا
37	دھرنا مار کر بیٹھنا	37	دھرنا دے کر بیٹھنا
38	ہکی بکی (برائے مونث) چوکنی (برائے مونث غلط ہے)	38	ہکا بکا اور چوکنا (یہ تبدیل نہیں ہوتا)
39	لڑاکی (برائے مونث غلط ہے)	39	لڑاکا (یہ بھی تبدیل نہیں ہوتا اور مذکر و مونث دونوں کے لیے آتا ہے)

40	سکنہ	40	ساکن
41	تابعدار	41	تابع رتابع فرمان
42	رات رات ر راتوں راتوں	42	راتوں رات
43	کو تھپڑ مارنا	43	کے تھپڑ مارنا
44	کان سے پکڑ کر نکال دینا	44	کان پکڑ کر نکال دینا
45	یہاں وہاں اور جہاں کے ساتھ ''پر'' نہیں آتا	45	صرف جہاں، وہاں اور یہاں آتا ہے
46	لاپروا ر بے پرواہ	46	بے پروا
47	طیش کھانا	47	طیش میں آنا
48	نیند کھل گئی رجاگ آ گئی	48	آنکھ کھل گئی
49	کیسا شور مچایا ہوا ہے	49	کیسا شور مچا رکھا ہے
50	کار لائقہ سے مطلع فرمائیں	50	میرے لائق جو کام ہو......
51	افطاری کر لی (افطاری غلط العوام میں افطار کے لیے کھانے پینے کی اشیاء کو کہتے ہیں)	51	افطار کر لیا
52	اپنے دل میں سوچا	52	دل میں سوچا
53	برا منایا	53	برا مانا
54	تقرری ہو گئی	54	تقرر ہو گیا
55	باقاعدہ طور پر ر باضابطہ طور پر	55	طور کے بغیر لکھا جائے اگر ''با'' موجود ہو تو صرف ''باضابطہ'' اور ''باقاعدہ'' آتا ہے
56	بوقتِ ضرورت	56	وقتِ ضرورت، زیر کی موجودگی میں ''ب'' ضروری نہیں

57	برائے مہربانی رکرم	57	براہ مہربانی رکرم
58	براہ خلوص/ براہ کرایہ	58	برائے خلوص/ برائے کرایہ
59	دوائی کھالیں	59	دوا کھالیں
60	بذریعہ ریل سے......	60	ریل سے ربذریعہ ریل
61	نہ ہی حمید آیا نہ ہی کلیم	61	(''ہی'' اسم یا صفت کے بعد آتا ہے) ''نہ حمید ہی آیا......''
62	صرف محمود ہی موجود ہے	62	جملے میں ''صرف'' ہوتو ''ہی'' نہیں آئے گا ''صرف محمود موجود ہے''
63	وہ نہایت ہی غریب ہے	63	''نہایت'' کے ساتھ ''ہی'' نہیں آئے گا'' وہ نہایت غریب ہے''
64	علامہ اقبال مرحوم صاحب رعلامہ اقبال صاحب	64	مرحوم کے ساتھ'' صاحب'' نہیں آئے گا
65	میں خود آپ وہاں گیا	65	میں خود وہاں گیا
66	احمد کے علاوہ کمرے میں کوئی نہیں	66	احمد کے سوا کمرے میں کوئی نہیں (''سوا'' منفی جملے میں اور'' علاوہ'' مثبت جملے میں آتا ہے
67	آپ کے سوا وہاں اور کون ہے	67	آپ کے علاوہ وہاں اور کون ہے
68	استفادہ حاصل کرنا	68	استفادہ کرنا۔ استفادہ کے ساتھ ''حاصل'' غلط ہے۔
69	وہ درمیان میں بیٹھا ہے	69	''درمیان'' کے ساتھ ''میں'' نہیں آتا
70	اس دوران/ اس اثنا	70	دوران میں/ اثنا میں
71	''انکساری'' اچھی بات ہے	71	''انکسار'' اچھی بات ہے
72	بمعہ رہمع	72	مع

73	شور نہ ڈالو	73	شور نہ مچاؤ
74	نیز یہ بھی کام کریں	74	نیز یہ کام کریں۔(''نیز'' کے ساتھ ''بھی'' نہیں آتا)
75	استاد نے سوال پوچھا	75	استاد نے سوال کیا
76	جناب ہیڈ مسٹریس صاحبہ	76	جناب......
77	بارش برسنا	77	بارش ہونا......
78	بندر کا تماشا دیکھنے والا تھا	78	بندر کا تماشا دیکھنے کا تھا/دیکھنے کے لائق تھا
79	نامعلوم وہ کب آئے گا	79	نہ معلوم وہ کب آئے گا؟
80	اسے نہ معلوم لوگوں نے لُوٹ لیا	80	اسے نامعلوم لوگوں نے لُوٹ لیا
81	عیسائی مستورات کو جگہ دیں	81	''مستورات'' کا لفظ غیر مسلم عورتوں کے لیے استعمال نہیں ہوتا
82	بورڈ کے ممبران نے حلف اٹھالیا	82	بورڈ کے ارکان نے حلف اٹھالیا
83	وہ بڑا راشی ہے	83	وہ بڑا رشوت خور ہے (رشوت لینے والے کے لیے ''رشوت خور'' یا ''مرتشی'' اور رشوت دینے والے کے لیے ''راشی'' آتا ہے)
84	اس کی تنزلی ہوگئی ہے	84	''تنزلی'' غلط ہے ''تنزل'' درست ہے ''تنزل'' مذکر استعمال ہوتا ہے۔ ''اس کا تنزل ہوگیا''
85	ملک کو ترقی کرنے میں دیر لگے گی	85	''دیر'' مختصر وقت کے لیے اور عرصہ یا مدت زیادہ کے لیے آتا ہے۔لہذا یہاں ''عرصہ'' درست ہوگا

86 کرکٹ میچ کئی لوگوں نے دیکھا — 86 ''کئی'' مختصر تعداد کے لیے آتا ہے ''بہت'' درست ہے

87 وہ بہت لاچار ہوگیا (لا،عربی۔ چار اردو ہے) — 87 ناچار رمجبور درست ہے

88 وہ بہت لاپروا ہے (لاعربی۔ پروا فارسی ہے) — 88 وہ بہت بے پروا ہے

89 شوروغل — 89 شورغل

90 چیخ وپکار — 90 چیخ پکار

91 خاطرومدارت — 91 خاطر مدارت

92 خوردونوش — 92 خوردنوش

93 بلاروک ٹوک — 93 بے روک ٹوک

94 دھرتی وآسمان (دھرتی اردو۔ آسمان فارسی) — 94 دھرتی اور آسمان

95۔ راضی خوشی — 95۔ راضی خوش

96۔ اہلیان شہر — 96۔ اہل شہر

97۔ تاہنوز — 97۔ ہنوز

98۔ بھول بھلیوں — 98۔ بھول بھلیاں

99۔ دورودراز — 99۔ دوردراز

100۔ موسم برسات (برسات اردو ہے موسم عربی) — 100۔ برسات کا موسم

101۔ سطح سمندر (سمندر اردو ہے) — 101۔ سمندر کی سطح

102۔ کرم نوازی — 102۔ کرم فرمائی

103۔ حدتِ گرمی (گرمی اردو ہے) — 103۔ گرمی کی حدت

104۔ نسلاً بعد نسلاً

105۔ قریب المرگ ''ال'' عربی کے الفاظ کے ساتھ آتا ہے جب کہ مرگ فارسی ہے

106۔ دائم المریض

107۔ شدتِ دھوپ (دھوپ اردو ہے)

108۔ غرضیکہ

109۔ ہمشیرہ

110۔ بے نیل و مرام

111۔ قوس و قزاح

112۔ قے آنا

113۔ حساب و کتاب

114۔ خواب آنا

115۔ آخر کو..........

116۔ سے بعد

117۔ کے پہلے

118۔ گالی نکالنا

119۔ دن بدن

120۔ آئے روز

121۔ مشکور

122۔ بڑھیا عورت

123۔ پر سے گرنا

124۔ بے جواب کر دیا

104۔ نسلاً بعد نسلٍ

105۔ قریب مرگ یا قریب الموت

106۔ دائمی مریض

107۔ دھوپ کی شدت

108۔ غرض کہ

109۔ ہمشیر

110۔ بے نیل مرام

111۔ قوس قزح

112۔ قے ہونا

113۔ حساب کتاب

114۔ خواب دیکھنا

115۔ ''آخر''

116۔ کے بعد

117۔ سے پہلے

118۔ گالی دینا

119۔ روز بروز

120۔ آئے دن

121۔ شکر گزار رممنون

122۔ بڑھیا

123۔ ......گرنا

124۔ لاجواب کر دیا

125 - پورن ماشی کا چاند

125 - صرف ''پورن ماشی'' ''ماشی'' کا مطلب چاند ہے

126 - وہ کام کرنے لگ گیا

126 - ''نے'' کے ساتھ صرف ''لگا'' آتا ہے یعنی وہ کام کرنے لگا

127 - کو کہنا (کہنا فعل کے ساتھ کو نہیں آتا)

127 - سے کہنا

128 - دس روپوں میں کیا آئے گا

128 - دس روپے میں..........

129 - وہ پانچ دنوں کے بعد آئے گا

129 - وہ پانچ دن کے.....(تعین وقت کے لیے واحد آتا ہے)

130 - وہ چھ مہینوں کے بعد آیا

130 - وہ چھ مہینے کے بعد......

131 - وہ کئی سالوں سے یورپ میں ہے

131 - وہ کئی سال سے......

132 - پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں

132 - پانچوں..........

133 - کتاب کو میز کے اوپر رکھ دو

133 - کتاب میز پر رکھ دو

134 - یہ لڑکی اچھی گاتی ہے

134 - یہ لڑکی اچھا گاتی ہے۔ ''اس جملے میں مفعول ''گانا'' پوشیدہ ہے''

135 - ساتھ والا مکان

135 - برابر کا مکان

136 - انہوں نے میرے سے کہا

136 - انہوں نے مجھ سے......

137 - مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی

137 - میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا

138 - میں نے یہ کتاب پڑھی ہوئی ہے

138 - یہ کتاب میری پڑھی ہوئی ہے/میں نے یہ کتاب پڑھی ہے۔ (مصدری کلمے ''نے'' کے ساتھ ہوئی ہے نہیں آتا)

139 - تیرے کو...... تم کو۔ ہم کو۔ مجھ کو

139 - تجھے۔ تمہیں۔ ہمیں۔ مجھے

140 - یہاں سے کراچی کتنا دور ہے؟

140 - یہاں سے کراچی کتنی دور ہے؟

141 - بُرا منایا

141 - بُرا مانا

غلط املا	درست املا
142۔شدت دھوپ	142۔دھوپ کی شدت
143۔اخبار پڑھی	143۔اخبار پڑھا
144۔بلا روک ٹوک	144۔بے روک ٹوک
145۔حیرانگی	145۔حیرانی
146۔ہمشیرہ	146۔ہمشیر
147۔بے فضول	147۔فضول، وغیرہ
148۔سطح سمندر (زیر کی اضافت غلط ہے)	148۔سمندر کی سطح
149۔چراغ الدین، فوق البھڑک	149۔چراغ دین، بھڑکیلا

(تراکیب غلط ہیں ''ہندی اردو الفاظ میں ''ال'' کا استعمال نہیں ہوتا)

مذکورہ بالا مثالوں میں پہلا جملہ روزمرہ کے خلاف اور دوسرا جملہ روزمرّہ کے مطابق ہے جو پہلے غلط دیے گئے ہیں وہ قواعد کی رو سے درست قرار دیے جاسکتے ہیں۔لیکن روزمرّہ کے لحاظ سے وہ درست نہیں کیونکہ روزمرّہ قواعد کا پابند نہیں۔اردو بول چال میں روزمرّہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔روزمرّہ کے خلاف گفتگو غیر فصیح، عامیانہ اور نادرست قرار پاتی ہے۔دراصل روزمرّہ ہی صحت زبان کا معیار ہے اور پوری زبان پر حاوی ہے۔دوسرے لفظوں میں روزمرّہ ہی کا نام ''زبان'' ہے۔

مندرجہ ذیل جملے بھی اردو روزمرّہ کے مطابق نہیں:

1۔ میں نے کھانا کھالیا ہوا ہے۔

2۔ میں نے کام کرلیا ہوا ہے۔

مصدری کلمے کے ساتھ ''ہونا'' کا استعمال درست نہیں۔اس کی جگہ:

1۔ میں نے کھانا کھالیا ہے۔

2۔ میں نے کام کرلیا ہے۔درست ہیں۔

محاورہ

محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مل کر بنتا ہے۔ یہ اہل زبان کا خصوصی اسلوب بیان ہے۔ روزمرّہ کے برعکس یہ اپنے اصلی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بول چال یا تحریر میں حسن پیدا کرنے کے لیے محاورے کا خاص عمل دخل ہے لیکن بول چال یا تحریر میں محاورے کی پابندی ضروری نہیں ہوتی۔

محاورہ جب بھی استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے لفظوں میں ردوبدل یا تصرف نہیں کیا جاتا بلکہ محاورہ اسی طرح بولا یا لکھا جاتا ہے جس طرح اہل زبان، محاورہ بھی روزمرّہ کا ایک حصہ ہوتا ہے جو زبان میں دلکشی اور خوب صورتی پیدا کرتا ہے۔ اس میں ترمیم جائز نہیں۔ مثلاً ''لال پیلا ہونا'' محاورہ ہے۔ اسے ہم ''لال سرخ ہونا'' یا ''زرد پیلا ہونا'' نہیں کہہ سکتے

محاورے کی چند مثالیں:

آنکھیں چرانا۔ آسمان ٹوٹنا۔ بھانڈا پھوٹنا وغیرہ

چونکہ محاورہ اپنے اصل معنی میں استعمال نہیں ہوتا اس لیے اگر اس کے لغوی معنی لیے جائیں تو وہ بے معنی ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر دیے ہوئے محاوروں کے لغوی یا اصل معنی یہ ہوں گے۔

1۔ آنکھیں چرانا، یعنی کسی نے کسی کی آنکھیں چوری کر لیں ہیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ معنی غلط ہیں۔ (اس محاورے کے مجازی معنی ''سامنا نہ کرنا'' ہیں۔)

2۔ آسمان ٹوٹنا، اس کا لغوی مطلب یہ ہوگا کہ عام اشیاء کی طرح آسمان بھی ٹوٹ گیا۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ جب کہ اس محاورے کے مجازی معنی ''مصیبت آنا'' ہیں۔

3۔ بھانڈا پھوٹنا، اس کا لغوی مطلب ہوگا ''برتن ٹوٹنا'' جب کہ مجازی معنی ''راز فاش ہونا'' ہیں۔

محاورہ دراصل اردو زبان میں ایک خاص دلکشی اور حسن پیدا کرتا ہے اور جو بات صاف طور پر کہنے میں بے مزہ لگتی ہے اسے محاورے میں ادا کرنے میں لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ محاورہ اہل زبان کا ایک خاص انداز بیان ہے جو لغوی معنی کے بجائے مجازی معنی رکھتا ہے اور وسعت بیان کا ذریعہ بنتا ہے۔

محاورے میں مصدری کلمہ ضرور ہوتا ہے جو موقع اور زمانے کی مطابقت سے فعل کی شکل اختیار کرتا ہے۔روزمرہ کے برعکس محاورہ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور قواعد کا پابند ہوتا ہے۔محاورے میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔اس میں اہل زبان کی پیروی کی جاتی ہے۔ابتدا میں جومحاورہ بن گیا وہ بن گیا اسے بدلا نہیں جا سکتا محاورے کا فعل زمانے کے لحاظ سے بدل سکتا ہے لیکن باقی الفاظ ہم معنی الفاظ کی صورت میں بھی نہیں بدلے جا سکتے۔مثلاً:

جی چھوڑنا۔آب ودانہ اٹھنا۔آٹے میں نمک ہونا، اینٹ سے اینٹ بجانا وغیرہ، محاوروں میں فعل کسی بھی زمانے کا آ سکتا ہے۔جیسے: چھوڑ دیا۔اٹھ گیا۔ہوگیا وغیرہ لیکن جی کی جگہ دل، آب ودانہ کی جگہ پانی ودانہ، آٹے میں نمک کی جگہ میدے میں نمک یا اینٹ کی جگہ پتھر، استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

محاورے میں کسی قیاس یا گمان کا دخل نہیں ہوتا۔محاورہ اہل زبان کی خاص بات چیت ہے جو گفتگو میں حسن اور اثر پیدا کر دیتی ہے۔لیکن گفتگو یا تحریر میں محاورے کا استعمال ضروری نہیں ہوتا۔جب کہ روزمرہ میں ضروری ہوتا ہے، بلکہ روزمرہ تو ہے ہی زبان۔اس لحاظ سے محاورہ بھی روزمرہ میں شامل ہے۔روزمرہ کے بغیر گفتگو محال ہے لیکن محاورے کے بغیر گفتگو ہو سکتی ہے۔محاورے کا برمحل استعمال تحریر اور بات چیت میں حسن، چاشنی اور ادبی رنگ پیدا کر دیتا ہے۔یہ اہل زبان کا خصوصی اسلوب بیان ہے جو روایات کا امین اور تہذیب وتمدن کا آئینہ دار ہے جب کہ تحریر و تقریر میں اس کا استعمال لازمی نہیں ہوتا۔لیکن اس کے استعمال میں قواعد کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ذیل میں چند درست محاورات اور ان کا غلط استعمال درج کیا جاتا ہے:

غلط	درست
1۔ حکم سر ماتھے پر ہونا	1۔ حکم سر آنکھوں..........
2۔ آگ کا جلا چھاچھ پھونک......	2۔ دودھ کا جلا......
3۔ یہ منہ اور ماش کی دال	3۔ یہ منہ اور مسور کی دال
4۔ زخموں پر نمک پاشی کرنا	4۔ زخموں پر نمک چھڑکنا
5۔ ٹامک ٹوئیاں مارنا	5۔ ٹامک ٹوئیے مارنا

6۔ لال سرخ ہونا

7۔ پاؤں پر پاؤں دھرے بیٹھنا

8۔ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننا

9۔ بدن پر رونگٹے کھڑے ہونا

10۔ ایک ہی چابک سے سب کو ہانکنا

11۔ جامے میں پھولے نہ سمانا

12۔ ایک انار لاکھوں بیمار

13۔ دل لگنا

14۔ بھانڈے پھوڑنا

15۔ ذات پر بٹا لگ جانا

16۔ زمین وآسمان کا فرق

17۔ ٹکے سا جواب دینا

18۔ طاق پر دھرنا

19۔ پانچ انگلیاں برابر نہ ہونا

20۔ لکڑی کی ہنڈیا بار بار نہ چڑھنا

21۔ آٹھ تین گیارہ ہونا

22۔ کی طوطی بولنا (مونث استعمال)

23۔ دل چرانا

24۔ جوتے چٹخانا

25۔ بال سے کھال اتارنا

26۔ خود سے باہر ہونا

27۔ چھاتی پر دال دلنا

28۔ چھاتی پر سانپ رینگنا

6۔ لال پیلا ہونا

7۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا

8۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا

9۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہونا

10۔ ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکنا

11۔ جامے میں پھولا نہ سمانا

12۔ ایک انار صد بیمار

13۔ جی لگنا

14۔ بھانڈا پھوڑنا

15۔ ذات میں بٹا لگ جانا

16۔ زمین آسمان کا فرق ہونا

17۔ ٹکا سا جواب دینا

18۔ طاق پر رکھنا

19۔ پانچوں انگلیاں برابر نہ ہونا

20۔ کاٹھ کی ہنڈیا......

21۔ نو دو گیارہ ہونا

22۔ کا طوطی بولنا (مذکر)

23۔ جی چرانا

24۔ جوتیاں چٹخانا

25۔ بال کی کھال اتارنا

26۔ آپے سے باہر ہونا

27۔ چھاتی پر مونگ دلنا

28۔ چھاتی پر سانپ لوٹنا

29۔ سر منڈاتے ہی پتھر پڑنا　　　　29۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنا

غرض کہ محاورے میں کسی قسم کا تصرف جائزہ نہیں۔

اردو میں ''دل کرنا'' غلط ہے۔ یعنی ''میرا دل کرتا ہے کہ آپ سے ملوں''

اردو میں جی چاہنا یا دل چاہنا ہے۔ ''یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملوں''

اردو میں قریباً قریباً کی جگہ تقریباً یا قریب قریب درست ہے۔ اندازاً بھی درست نہیں کیونکہ اندازہ فارسی ہے اور فارسی لفظ پر تنوین نہیں آتی۔

اردو میں ''ڈر آنا'' بھی غلط ہے اس کی جگہ ڈر لگنا یا خوف آنا درست ہے۔

اسی طرح ''مجھے خواب آئی'' بھی درست نہیں، اس کی جگہ ''میں نے خواب دیکھا'' درست ہے۔

ضرب المثل

ضرب المثل کو کہاوت بھی کہتے ہیں۔ یہ انسانوں کے اجتماعی عمل، تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہوتی ہے۔ یہ مدتوں کے فکر و تدبر پر حاوی ہوتی ہے۔ اس طرح جب کوئی خاص مشاہدہ یا بار بار کا تجربہ اپنی واقعیت، حقیقت اور صداقت کی تصدیق کر دیتا ہے تو اسے عام لوگ اپنا لیتے ہیں اور زندگی میں جب اسی قسم کا واقعہ پیش آتا ہے تو اس کہاوت کو سامنے رکھ کر لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہاوت ایک ایسا آزمودہ تجربہ ہوتا ہے جس کی صداقت میں ماضی، حال یا مستقبل میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ ضرب المثل ایک مسلمہ صداقت ہوتی ہے۔

ضرب المثل بھی محاورے کی طرح مجازی معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ محاورے اور روزمرہ کی طرح اس میں بھی الفاظ کی کوئی تبدیلی جائز نہیں۔ اس میں بھی اہل زبان کی پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اس کا درست استعمال جملے اور کلام کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ اس کی صداقت قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ محاورہ اور ضرب المثل زبان کے حسن و جمال کو بے انتہا پرکشش اور قابل قدر بنا دیتے ہیں۔ یہ روزمرہ، محاورہ اور ضرب المثل ہی ہیں جو اردو کی اہمیت کو تسلیم کراتے ہیں۔

محاورہ اور ضرب المثل میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ محاورہ جملے یا کلام کا حصہ ہوتا ہے اسے جملے سے نکال کر جملہ مکمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً محاورہ:

1۔ وہ گستاخانہ باتیں سن کر ''آپے سے باہر ہو گیا''

2۔ جون کے مہینے میں تو آسمان سے ''آگ برستی ہے''

اس کے برعکس ضرب المثل جملے کا حصہ نہیں ہوتی، اگر اسے جملے سے الگ کر دیا جائے پھر بھی جملہ مکمل رہتا ہے مثلاً:

1۔ بددیانت گوالے کا آج سارا دودھ گر گیا، آج تو ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا''

2۔ نئے حاکم نے آتے ہی تمام ماتحت عملے کو ڈرا دھمکا دیا۔ اس نے ''گربہ کشتن روز اول'' والا کام کیا۔

ضرب الامثال کی کچھ اور مثالیں:

3۔ دھوبی کا کتا، گھر کا نہ گھاٹ کا۔

4۔ بچہ بغل میں، ڈھنڈورا شہر میں۔

5۔ زر ہے تو گھر ہے، نہیں تو کھنڈر ہے۔

6۔ سات سو چوہے کھا کے بلّی حج کو چلی۔

7۔ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹتی ہے۔

8۔ سانپ کے پاؤں پیٹ میں ہوتے ہیں۔

9۔ کام کرے سپاہی، نام ہو سردار کا۔

10۔ کنجڑے کی اگاڑی، قصائی کی پچھاڑی۔

11۔ کوٹھی کُٹھلے کو ہاتھ نہ لگان، گھر بار آپ کا ہے۔

12۔ گھر میں گھر، لڑائی کا ڈر۔

13۔ ماروں گھٹنا، پھوٹے آنکھ۔

14۔ مان نہ مان، میں تیرا مہمان۔

15۔ محبت کے مارے، سدا گور کنارے۔

''بجا۔ بجے'' کا استعمال

وقت بتانے کے لیے ''ایک'' کے ساتھ ''بجا'' استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ''ایک بجا ہے'' باقی کے لیے ''بجے'' آتا ہے کیونکہ دو سے بارہ تک جمع ہیں۔ لہذا ہم دو بجے ہیں، دس بجے ہیں۔ وغیرہ کہتے ہیں۔ لیکن جب ''ایک'' کے ساتھ کوئی فعل موجود ہو یا کوئی کام وابستہ ہو تو اردو روزمرہ کے لحاظ سے ''بجا'' ''بجے'' میں بدل جاتا ہے۔ جیسے ''وہ ایک بجے آئے گا'' ''ہم ایک بجے کھانا کھائیں گے'' ایسے جملوں میں ''ایک'' واحد ہے لیکن ''بجا'' استعمال نہیں ہوتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اردو روزمرہ کے مطابق ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ''بجے'' کے ساتھ حرف جار ''پر'' موجود ہوتا ہے جو خفی ہوتا ہے اور بولا نہیں جاتا۔ یعنی ''وہ ایک بجے آئے گا'' دراصل ''وہ ایک بجے پر آئے گا'' ہوتا ہے، اردو قواعد کی رو سے حرف جار یا حرف وصل کی موجودگی میں ''امالہ'' کا قاعدہ کام کرتا ہے۔ یعنی ''ا'' ''ے'' میں بدل جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صرف وقت کے لیے ''بجا'' آتا ہے اور اگر کسی کام کے ہونے یا کرنے وغیرہ کا ذکر ہو تو ''بجے'' آتا ہے۔

''اگلا۔اگلے۔پچھلا۔پچھلے'' کا استعمال

تقریباً یہی صورت حال اگلا۔اگلے، پچھلا۔پچھلے کے ساتھ ہے مثلاً

(i) پچھلا سال بڑی مصیبت میں گزرا

(ii) پچھلے سال بڑی گرمی پڑی

(iii) اللہ کرے اگلا سال ہم سب کے لیے اچھا ہو

(iv) وہ اگلے سال وطن واپس آئے گا

مذکورہ بالا جملوں میں ''اگلا۔ پچھلا' اور اگلے۔پچھلے'' سال کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل جب پورے سال کا ذکر ہو تو اگلا یا پچھلا استعمال ہوتا ہے اور جب سال کے کسی حصے کا ذکر ہو تو اگلے یا پچھلے استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ جملہ نمبر 1 میں پچھلا پورا سال مصیبت میں گزرا۔ جملہ نمبر 2 میں گرمی چند مہینے پڑتی ہے پورے سال نہیں۔ جملہ نمبر 3 اگلا مکمل سال ہے جس میں سب کے لیے اچھا ہونے کی دعا ہے اور جملہ نمبر 4 میں وہ وطن واپس آئے گا، لیکن اگلے سال کسی ایک دن، نہ کہ تمام سال آنے میں لگے گا۔

نوٹ: ''اگلا اور پچھلا'' کے جملوں میں اگر حرف وصل ہوگا تو ''اگلا اور پچھلا'' امالہ قبول کریں گے۔''اگلے۔پچھلے'' میں بدل جائیں گے۔مثلاً

1۔ اگلے لڑکے سے کہو کہ اندر آئے (''سے'' کے سبب ''اگلا'' ''اگلے'' میں بدل گیا۔)

2۔ ہم پچھلے ڈبے میں بیٹھیں گے (میں کے سبب ''پچھلا'' ''پچھلے' میں بدل گیا)

حرف وصل کی موجودگی میں ''اگلا۔پچھلا'' دونوں لفظ 'اگلے۔پچھلے'' میں بدل جائیں گے۔

''ہیں/ ہوتی ۔ ہوتے ۔ ہوتا'' کا استعمال

جب ہم کسی شے یا جاندار کے بارے میں تفصیل بتاتے ہیں تو جملوں میں اکثر ''ہوتی ہیں'' ''ہوتے ہیں'' ''ہوتا ہے ۔ ہوتی ہیں'' استعمال کرتے ہیں اور صرف ''ہیں'' بہت کم استعمال کرتے ہیں مثلاً:

گائے کی ایک دم ہوتی ہے

بیل کے دو سینگ ہوتے ہیں

کرسی کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں

آدمی کی دو آنکھیں ور دو کان اور دو ٹانگیں ہوتی ہیں

دراصل جب کسی حقیقت اور سچائی کا انکشاف کیا جاتا ہے تو ہوتی ہے ۔ ہوتے ہیں وغیرہ استعمال ہوتا ہے اس کے برعکس اگر ہم کہیں کہ:

''اس آدمی کی ایک ٹانگ ہے''

''کرسی کی دو ٹانگیں ہیں''

یا

بیل کے دو سینگ ہیں وغیرہ

یعنی صرف ''ہیں'' استعمال کریں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ درحقیقت اس مخصوص شے یا جاندار میں یہ چیز ہے تمام میں نہیں ہوتی ۔

مثلاً: ''میز کی تین ٹانگیں ہیں'' کا مطلب ہے کہ اس مخصوص میز کی تین ٹانگیں ہیں تمام میزوں کی ٹانگیں تین نہیں ہوتیں ۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ''بیل کے دو سینگ ہوتے ہیں'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر بیل کے دو سینگ ہوتے ہیں ۔ اگر کوئی بیل ایک سینگ کا ہے دوسرا ٹوٹا ہوا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ ''اس بیل کا ایک سینگ ہے'' یہ نہیں کہیں گے کہ ''بیل کا ایک سینگ ہوتا ہے'' ۔

''پہلا۔پہلی'' وغیرہ کا استعمال

اردو میں (i) پہلی۔دوسری۔تیسری۔چوتھی............وغیرہ کا استعمال بطور مونث آتا ہے۔

اور (ii) پہلا۔دوسرا۔تیسرا۔چوتھا............وغیرہ کا استعمال بطور مذکر آتا ہے۔

(iii) دونوں۔تینوں۔چاروں............وغیرہ کا استعمال مذکر اسم کے ساتھ مذکر اور مؤنث اسم کے ساتھ موئنث آتا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ الفاظ بطور صفت استعمال ہوتے ہیں۔

جیسے:

1۔ یہ اردو کی ''پہلی'' کتاب ہے (مونث استعمال)
2۔ میں ''دوسری'' بار یہاں آیا ہوں (موئنث استعمال)
3۔ یہ میری ''تیسری'' کوشش ہے۔ (موئنث استعمال)
4۔ آپ کا ''دوسرا'' لڑکا کہاں ہے؟ (مذکر استعمال)
5۔ اب اس کا ''چوتھا'' نمبر ہے۔ (مذکر استعمال)
6۔ کیا آپ کے ''دونوں'' دوست چلے گئے؟ (بطور صفت مذکر)
7۔ کیا آپ کی ''دونوں'' بہنیں چلی گئیں؟ (بطور صفت موئنث)

اتنا۔ جتنا کا استعمال

اتنا۔ اتنے۔ اتنی اور جتنا۔ جتنے یا جتنی جب ایک جملے میں آتے ہیں تو ان سے مقابلے یا تناسب کا اظہار ہوتا ہے جیسے:

1۔ جتنی چارہو اتنی ٹانگیں پھیلاؤ

2۔ اتنا کھاؤ جتنی بھوک ہو

3۔ اتنا وزن اٹھاؤ جتنی طاقت ہو

4۔ اتنا خرچ کرو جتنی آمدنی ہو

(ب) جب اتنا۔ اتنی یا اتنے اور جتنا۔ جتنی یا جتنے میں کوئی اکیلا جملے میں استعمال ہوتا ہے تو وہ زیادہ مقدار یا تعداد کا اظہار کرتا ہے مثلاً:

1۔ چند منٹ میں آپ نے اتنا کام کر لیا۔

2۔ غضب خدا کا اتنا کھا گئے۔

3۔ مجھ سے جتنا ہو سکا کر دیا۔

4۔ یہی موقع ہے جتنا فائدہ اٹھانا ہے اٹھا لیں۔

(ج) جب اتنا اتنی وغیرہ سے پہلے ''بس'' ہو یا اس کے بعد ''سا۔ سی۔ سے'' یا ہی یا بھی میں سے کوئی ہو تو کم مقدار یا تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً:

1۔ بس اتنا کھایا۔

2۔ اتنا سا تو کام تھا آپ گھبرا گئے۔

3۔ آپ اتنا ہی کام کر دیں تو ممنون ہوں گا۔

4۔ آپ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

5۔ اتنی سی بات پر آپ ناراض ہو گئے۔

اردو ہندی کے بہت سے الفاظ جن کے آخر میں ''الف'' آتا ہے۔ انہیں عربی فارسی کی تقلید میں ''ہ'' سے بھی لکھا جانے لگا ہے جو درست نہیں۔ اس ضمن میں حافظ محمود شیرانی اپنی تصنیف ''پنجاب میں اردو'' کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں فضائل خان کے عرض کرنے پر کہ ہندی رسم الخط میں اسم وکلمہ کے آخر میں ''ہ'' نہیں آیا کرتی بلکہ ''ا'' ہوتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کو ''ا'' کے ساتھ لکھا جائے۔ عالمگیر نے یہ تجویز پسند کی اور حکم دیا کہ آئندہ ایسے کلمے ''الف'' کے ساتھ لکھے جائیں، یعنی مالوہ کو مالوا، بنگالہ کو بنگالا......اس فرمان کی تعمیل نہ صرف شاہی دفاتر اور ٹکسالوں میں ہوئی بلکہ اردو خواں لوگوں نے بھی یہی املا اختیار کرلیا۔''

اس کے بعد خان آرزو، احسن مارہروی اور دیگر اہل زبان حضرات نے اسی اصول پر عمل کیا۔ بلکہ عربی فارسی کے سوا تمام غیر ملکی الفاظ کا املا بھی ''ا'' سے کیا جانے لگا۔

1۔ ایسے کچھ الفاظ کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ جنہیں ''ہ'' سے لکھنا درست نہیں۔

درست ملا	غلط املا	درست املا	غلط املا
اڈا	اڈہ	بٹوا	بٹوہ
اکھاڑا	اکھاڑہ	بلوا	بلوہ
اندرسا	اندرسہ	پٹا	پٹہ
انگارا	انگارہ	بسولا	بسولہ
باجرا	باجرہ	بگولا	بگولہ
باڑا	باڑہ	بلبلا	بلبلہ
بتاشا	بتاشہ	آلو بخارا	آلو بخارہ
بٹا	بٹا	بُندا	بُندہ
بنگلا	بنگلہ	ٹکیا	ٹکیہ

درست املا	غلط املا	درست املا	غلط املا
بھانجا	بھانجہ	ٹولا	ٹولہ
بھتا	بھتہ	جانگیا	جانگیہ
بھٹا	بھٹہ	جتھا	جتھہ
بھرتا	بھرتہ	جھروکا	جھروکہ
بھانڈا	بھانڈہ	چبوترا	چبوترہ
بھروسا	بھروسہ	خوجا	خوجہ
بھوسا	بھوسہ	غُلّا	غُلّہ
بھیجا	بھیجہ	فرما	فرمہ
بیڑا	بیڑہ	قتلا	قتلہ
کنارا	کنارہ	کٹورا	کٹورہ
تاشا	تاشہ	کمرا	کمرہ
کھانچا	کھانچہ	کھاتا	کھاتہ
تانگا	تانگہ	کٹہرا	کٹہرہ
تمنچا	تمنچہ	کلیجا	کلیجہ
تولیا	تولیہ	گملا	گملہ
تھانا	تھانہ	گھونسلا	گھونسلہ
ٹخنا	ٹخنہ	بنجارا	بنجارہ
بے تحاشا	بے تحاشہ	ٹھیکا	ٹھیکہ
پنجرا	پنجرہ	کونا	کونہ
پہیا	پہیہ	ڈاکا	ڈاکہ
چھاپا	چھاپہ	پتا	پتہ
مربا	مربہ	پٹاخا	پٹاخہ

درست املا	غلط املا	درست املا	غلط املا
میلا	میلہ	پسینا	پسینہ
یکا/ایکا	یکہ/ایکہ	پلّا	پلّہ
باجا	باجہ	پلّا	پلّہ
بھیجا	بھیجہ	پلندا	پلندہ
بنجارا	بنجارہ	تارا	تارہ
چھالا	چھالہ	تماشا	تماشہ
رشتہ ناتا	رشتہ ناطہ	ڈبیا	ڈبیہ
مسالا	مسالہ۔مصالحہ	ڈراما	ڈرامہ
آشکارا	آشکارہ	ڈپلوما	ڈپلومہ
رکشا	رکشہ	ڈلیا	ڈلیہ
سہرا	سہرہ	ڈھانچا	ڈھانچہ
کھارا	کھارہ	ڈھکوسلا	ڈھکوسلہ
گندا	گندہ	راجا	راجہ
مچلکا	مچلکہ		
بے تحاشا	بے تحاشہ	کوئلا	کوئلہ
پنجرا	پنجرہ	چھاپا	چھاپہ
پہیا	پہیہ	باجا	باجہ
زنانا	زنانہ	ڈبا	ڈبہ
زنخا	زنخہ	مورچا	مورچہ
سمجھوتا	سمجھوتہ	مہینا	مہینہ
سموسا	سموسہ	نخرا	نخرہ
سندیسا	سندیسہ	نشیلا	نشیلہ

درست املا	غلط املا
شہدا	شہدہ
صافا	صافہ
غبارا	غبارہ
چکما	چکمہ
تمغا	تمغہ
چونا	چونہ
دسہرا	دسہرہ
دلاسا	دلاسہ
دھاگا	دھاگہ
دھبا	دھبہ
دہریا	دہریہ
دھتا	دھتہ
ڈاکیا	ڈاکیہ
دوپٹا	دوپٹہ
برآمدا	برآمدہ

(فارسی میں ''برآمد'' ہے جس کے دوسرے معنی ہیں)

درست املا	غلط املا
وکٹوریا	وکٹوریہ
ہرجا	ہرجہ
ہچکولا	ہچکولہ
الجبرا	الجبرہ
تقاضا	تقاضہ
سقا	سقہ
شوربا	شوربہ
پنجرا	پنجرہ
قورما	قورمہ
ناشتا	ناشتہ
روپیا	روپیہ

(کرنسی نوٹوں پر روپیہ لکھا جاتا ہے لہٰذا روپیہ بھی درست ہوگا)

درست املا	غلط املا
خاکا	خاکہ
بچگانا	بچگانہ

(فارسی میں '' گانہ'' ''گنا'' یا ''ایک کے بجائے دوسرا'' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اردو میں ''ا'' سے لکھا جائے)

درست املا	غلط املا
نقشا	نقشہ

(چونکہ سرکاری کاغذات میں نقشہ مروج ہو چکا ہے اس لیے نقشہ بھی قابل قبول ہوگا) عربی میں ''نقش'' ہے جس کے معنی ''کندہ کرنے'' کے ہیں۔ جب کہ اردو میں ''نقشا'' کے معنی شکل صورت اور Map کے ہیں۔ مثلاً ''ناک نقشا''

2۔ کچھ ایسے الفاظ بھی ہیں جو قاعدے کی رو سے ''ا'' سے لکھے جانے چاہئیں۔ لیکن سرکاری کاغذات، کرنسی نوٹوں اور سکوں پر ایک عرصے سے ''ہ'' سے لکھے جا رہے ہیں۔
مثلاً: روپیہ۔ پیسہ۔ تولہ۔ آنہ۔ افریقہ۔ امریکہ۔ ڈھاکہ۔ کلکتہ۔ ہمالیہ وغیرہ چونکہ ان الفاظ کا عام رواج ہو چکا ہے اس لیے ان کا ''ہ'' سے بھی املا قبول کیا جائے گا اور اگر ''ا'' سے لکھا جائے تو وہ بھی درست ہوگا۔ آج کل ادبی تحریروں میں افریقا۔ امریکا۔ ڈھاکا۔ روپیا۔ تو دیکھنے میں آ رہا ہے اور یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ہمارے زبان دان اصلاح کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ نئے چھپنے والے نوٹوں پر بھی ''روپیا'' تحریر کیا جانے لگا ہے۔

3۔ غیر معروف اور چھوٹے مقامات۔ محلے اور دیگر اشیاء کے نام جو ''ہ'' سے لکھے جا رہے ہیں انہیں تو لازماً ''ا'' سے لکھنا چاہیے۔

4۔ اردو فارسی اور عربی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جو ''ا'' پر ختم ہوتے ہیں۔ لیکن انہیں ''ہ'' سے لکھ دیا جاتا ہے یا اس کے برعکس وہ ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں۔ انہیں ''ا'' سے لکھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً:

عاشورہ کو عاشورا لکھنا درست ہے۔
طلباء کو طلبہ لکھنا درست ہے
صوفیا کو صوفیہ لکھنا درست ہے
پرکالا کو پرکالہ لکھنا درست ہے
چلاّ کو چلّہ لکھنا درست ہے

پرکالا کا مطلب ہندی میں زینہ، سیڑھی چوکھٹ ہیں یا ''کالا پر'' جب کہ ''پرکالہ'' کا مطلب ٹکڑا، حصہ ہیں۔ لہذا ''آفت کا پرکالہ'' درست ہے دراصل یہ فارسی لفظ ہے اس کا مطلب شعلہ اور چنگاری بھی ہے فارسی میں ''پرکالہ'' کہا جاتا ہے۔ اسی سے اردو میں ''آفت کا پرکالہ'' محاورہ بنایا گیا۔ معنی شرارتی۔ فتنہ پرداز۔ اسی طرح فارسی لفظ چلّہ ہے اسے چلاّ لکھنا درست نہیں۔ ''چلّہ'' سے چلہ باندھنا۔ چلہ چڑھانا محاورات ہیں۔

5۔ فارسی عربی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا املا اردو میں بھی ''ہ'' ہی سے کیا جا رہا ہے۔ جب کہ وہ الفاظ اردو میں ان معانی میں استعمال نہیں ہوتے جن معنوں میں عربی یا فارسی میں ہوتے ہیں۔ لہذا ان الفاظ کے دوسرے معنی ہونے کی صورت میں ان کو ''ا'' سے لکھنا فصیح ہے جیسے:

(i) ''حلوہ'' عربی میں مٹھائی رزبان کی شیرینی کو کہتے ہیں اسی سے ''حلاوت'' بنا ہے۔ ان معنوں کے برعکس اردو میں میدا/آٹا/سوجی، چینی گھی اور خشک میوے کی ایک خاص ڈش ہے، اس لیے اسے اردو میں ''حلوا'' کہنا درست ہے۔ اسی سے حلوائی بنایا گیا۔

(ii) ''بدلہ'' عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ''کپڑے کا سوٹ/ جوڑا'' ہیں۔ بدلنے یا انتقام لینے کے معنوں میں صرف ''بدل'' آتا ہے۔ جیسے ''نعم البدل'' وغیرہ۔ ''بدلہ'' تبدیلی کرنے یا انتقام لینے کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے تبدیلی، بدلنا یا انتقام لینے کے معنی میں اردو میں ''بدلا'' لکھا جائے۔

(iii) ''میدہ'' یہ لفظ فارسی یا عربی میں باریک آٹے کے معنی نہیں دیتا۔ اس لیے اردو میں اسے ''میدا'' لکھا جائے۔

(iv) ''خاکہ'' Sketch کے معنی میں عربی یا فارسی میں مستعمل نہیں۔ لہذا اسے ''خاکا'' لکھا جائے۔ اردو میں ''خاکا'' بھٹے کی پکی ہوئی مٹی کو بھی کہتے ہیں۔

(v) ''غالیچہ'' فارسی میں کھڑکی یا دیواروں پر لٹکانے والے پردوں کو کہتے ہیں۔ جب کہ اردو میں ان معنوں میں مستعمل نہیں۔ قالین، دری کے معنوں میں اسے ''غالیچا'' تحریر کیا جائے کیونکہ یہ ''مورد'' لفظ ہے۔

(vi) ''حقہ'' عربی میں عطر یا زیور رکھنے کے ڈبے کو کہتے ہیں۔ تمبا کو پینے کے آلے کے معنوں میں اس کا املا ''حقا'' ہے۔

6- جو الفاظ فارسی سے اردو میں داخل ہوئے ان میں سے اکثر املا اور معنی دونوں لحاظ سے اسی طرح مستعمل ہیں۔ جس طرح فارسی میں ہیں۔ لیکن کچھ الفاظ کے املا میں معمولی سا فرق آ گیا اور یہ فرق اردو کے مزاج سے پیدا ہوا لیکن ان الفاظ کے لیے جو املا اختیار کیا گیا وہ ابتدا ہی سے کیا گیا۔ اس لیے ایسے الفاظ میں ترمیم درست نہ ہوگی۔ مثلاً:

(i) فارسی میں خربزہ ہے اردو میں اسے خربوزہ کہا جانے لگا۔ اس لیے اسے ''الف'' سے خربوزا لکھنا درست نہیں۔ اسی طرح فارسی میں تربز ہے اردو میں تربوز کا رواج ہو گیا۔

(ii) فارسی والے ''مالیدہ'' کہتے ہیں۔ اردو والوں نے ابتدا ہی سے ''ملیدہ'' کہنا شروع کر دیا اس لیے اسے ''ملیدہ'' ہی لکھا جائے گا۔ ''الف'' سے ''ملیدا'' لکھنا درست نہ ہوگا۔

(iii) ''راستہ'' فارسی میں ''راہ'' ہے لیکن فارسی دان طبقہ ''راستہ'' بھی استعمال کرتا ہے۔ اس لیے اس کا املا اسی طرح درست ہے اسے ''راستا'' لکھنا غلط ہوگا۔

(iv) اسی طرح مزہ اور داروغہ بھی فارسی میں مستعمل ہیں۔ انہیں اسی طرح ''ہ'' سے لکھا جائے۔

(v) اردو ہندی میں چمچ اور چمچی کہتے ہیں فارسی دان طبقے نے چمچہ بھی کہنا شروع کر دیا۔ آج کل فارسی میں چمچہ، ڈوئی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اردو میں تینوں الفاظ رائج ہو گئے۔ لیکن اردو میں چمچہ Spoon کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔

(vi) بعینہٖ اردو میں مدھیہ (پردیش)۔ ستیہ (جیت)۔ راجیہ (سبھا) وغیرہ الفاظ جن کا چلن ابتدا ہی سے ''ہ'' سے لکھنے کا ہے یہ الفاظ ''ہ'' سے لکھے جائیں گے۔

7- بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جو ''ا'' اور ''ہ'' دونوں سے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن دونوں

کے معنی جدا ہوتے ہیں لہذا ایسے الفاظ اسی طرح لکھے جائیں گے "ہ" والے الفاظ کو "ا" سے نہیں لکھا جائے گا۔ ورنہ معنی سمجھنے میں دشواری ہو جائے گی اور جملے کا صحیح مطلب سمجھ نہ آئے گا۔ایسے چند الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

مہرہ۔ شطرنج کا مہرہ۔ ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ

مُہرا۔ سامنا۔آ گا

پارا۔ سیماب

پارہ۔ ٹکڑا (نمک پارہ۔شکر پارہ)

زردہ۔ میٹھے چاول (رنگ والے)

زردا۔ تمباکو (پان میں کھانے والا)

چارہ۔ تدبیر

چارا۔ جانوروں کی خوراک

خاصا۔ کافی۔اچھا خاصا

خاصہ۔ وہ نفیس کھانا جو بادشاہوں یا امراء کے لائق ہو۔خاصیت۔عادت

دانا۔ عقل مند۔جاننے والا

دانہ۔ بیج (آب ودانہ)

سایا۔ ایک قسم کی پوشاک

سایہ۔ چھاؤں (دیوار کا سایہ)

شیوا۔ فصیح و بلیغ (شیوا بیان شاعر)

شیوہ۔ طرز،روش،طریقہ

لالہ۔ پھول کا نام

لالا۔ روشن۔چمک دار۔نام بھی اسی املا سے لکھے جائیں گے۔

نالا۔ بڑی نالی۔برساتی نالا

نالہ۔ رونا

گلا۔ حلق کا سامنے کا حصہ

گِلہ۔ شکوہ۔ شکایت

پَلّا۔ چادر وغیرہ کا کونا

پَلّہ۔ درجہ مرتبہ (ہم پلہ)

زَہرہ۔ پِتّا

زَہرا۔ حضرت فاطمہؓ کا لقب

زُہرا۔ ستارے کا نام

آسیا۔ چکی

آسیہ۔ فرعون کی بیوی

کَلّہ۔ گال

کَلّا۔ ایک سبزی (کرم کلا)

بہرہ۔ حصہ

بہرا۔ جو سن نہ سکے

بیضہ۔ انڈا

بیضا۔ روشن

بوتہ۔ اونٹ کا بچہ۔ دھاتیں پگھلانے والی کٹھالی

بوتا۔ بل۔ طاقت۔ درخت کا تنا

8۔ بہت سے عربی کے الفاظ ایسے ہیں جو ''ی'' پر ختم ہوتے ہیں اور ان پر ''ا'' ہوتا ہے اور جن کا تلفظ بھی ''الف'' سے ادا ہوتا ہے۔ مثلاً رضیٰ۔ منقیٰ وغیرہ

ان میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا املا شروع ہی سے اردو میں ''ی'' کے بغیر ''الف'' سے کیا گیا۔ ایسے الفاظ کو اگر اب دوبارہ ''ی'' سے لکھا جائے گا تو ان کے پہچاننے میں دقت پیش آئے گی اور اجنبی پن کا احساس ہوگا کیونکہ خاص و عام ان الفاظ کو ''الف'' سے پڑھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ لہذا یہ اسی طرح ''الف'' سے لکھے جائیں گے۔

ایسے چند الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

عربی املا	اردو املا
ماجریٰ	ماجرا
مربیٰ	مربا
مجلیٰ	مجلّا
مدعیٰ	مدعا
مصفیٰ	مصفا
منقیٰ	منقا
اخفیٰ	اخفا
بلویٰ	بلوا
تقاضیٰ	تقاضا
تماشیٰ	تماشا
رضیٰ	رضا
معریٰ	معرا وغیرہ

اگر کسی لفظ کو ''ا'' سے لکھنے سے اس کے معنی تبدیل ہو جاتے ہوں تو اسے ''ی'' ہی سے لکھا جائے یا کوئی لفظ ''ی'' اور ''الف'' دونوں سے لکھا جاتا ہو لیکن دونوں کے معنی الگ الگ ہوں تو پھر اس کا املا تبدیل نہ کیا جائے بلکہ دونوں الفاظ اپنے معنی کے لحاظ سے لکھے جائیں۔ مثلاً:

سلما	کڑھائی کا ایک طریقہ	لیلہ	رات
سلمیٰ	نام (عورت کا)	لیلیٰ	کالی وغیرہ

9۔ اسی طرح جن عربی الفاظ کا اردو میں ابتدا ہی سے ''یٰ'' سے لکھنے کا دستور رہا ہے انہیں اب ''ا'' سے لکھنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ لوگ اس املا کے عادی ہو چکے ہیں اور یہ املا غلط بھی نہیں کیونکہ یہ الفاظ عربی میں اسی طرح لکھے جاتے ہیں۔ چند ماہر لسانیات کا یہ اصرار کہ عربی کے تمام الفاظ جو ''یٰ'' سے لکھے جاتے ہیں اب ''ا'' سے لکھے جائیں کسی

صورت میں بھی درست نہیں۔ اس طرح املا کی تبدیلی قاری کے لیے ذہنی انتشار کا سبب ہوگی نیز قرآنی املا کو اردو املا میں تبدیل کرنے سے اجنبیت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ لوگ قرآن میں ایک املا پڑھیں گے اور اردو میں دوسرا تو یہ درست نہ ہوگا۔ لہٰذا ان کا املا قرآنی املا رہنا چاہیے۔ ذیل میں چند الفاظ دیے جا رہے ہیں جو ''یٰ'' سے لکھنے چاہیں۔ انہیں ''ا'' سے لکھنا درست نہیں۔

غلط	درست	غلط	درست
کبرا	کبریٰ	ادنا	ادنیٰ
عقبا	عقبیٰ	اعلا	اعلیٰ
عضما	عظمیٰ	اقصا	اقصیٰ
فتوا	فتویٰ	اولا	اولیٰ
قوا	قویٰ	بشرا	بشریٰ
لیلا	لیلیٰ	تعالا	تعالیٰ
مثنا	مثنیٰ	تقوا	تقویٰ
مجتبا	مجتبیٰ	حسنا	حسنیٰ
مرتضا	مرتضیٰ	دعوا	دعویٰ
مستثنا	مستثنیٰ	سلما	سلمیٰ
مسما	مسمیٰ	شورا	شوریٰ
مصطفا	مصطفیٰ	صغرا	صغریٰ
ہدا	ہدیٰ	مصلا	مصلیٰ
عیسا	عیسیٰ	معلا	معلیٰ
موسا	موسیٰ	نصارا	نصاریٰ
یحیا	یحییٰ	وسطا	وسطیٰ
علا	علیٰ	حتا	حتیٰ
مقفا	مقفیٰ		

10- بہت سے عربی یا فارسی کے الفاظ اردو الفاظ سے ملا کر مرکب لفظ بنائے گئے ہیں۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ایسے تمام مرکبات کے آخر میں اگر ''ہ'' آئے تو اسے ''ا'' سے لکھا جائے۔ کیونکہ وہ مورد ہیں۔

(الف) اس ضمن میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر مرکب لفظ کا آخری لفظ اردو کا ہو تو اسے ''ہ'' کے بجائے ''الف'' سے لکھا جائے یا اگر اسے اردو بنالیا گیا ہو تب بھی ''الف'' سے لکھا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ''ہ'' سے مروج نہ ہو۔ مثلاً:

دورخا فارسی میں ''رخ'' ہے اس سے ''رخا'' اردو بنالیا ہے۔
چوراہا ''رہ'' سے ''راہا'' بنایا گیا۔
نودولتا ''دولت'' سے ''دولتا'' بنایا گیا۔
بےفکرا فکر سے ''فکرا'' بنایا گیا۔
اولا دبدلا ''بدل'' سے ''بدلا'' بنایا گیا۔
اک درا ''در'' سے ''درا'' بنایا گیا۔
بےمرشدا ''مرشد'' سے ''مرشدا'' بنایا گیا۔
بےپیرا ''پیر'' سے ''پیرا'' بنایا گیا۔
بےاصولا ''اصول'' سے ''اصولا'' بنایا گیا۔
بےصبرا ''صبر'' سے ''صبرا'' بنایا گیا۔
دومنزلا ''منزل'' سے ''منزلا'' بنایا گیا۔
دوشالا ''شال'' سے ''شالا'' بنایا گیا۔

(ب) بصورت دیگر اگر مرکب لفظ کا آخری لفظ عربی/فارسی کا ہو اور وہ ''ہ'' پر ختم ہوتا ہو تو اسے ''ا'' سے نہیں لکھنا چاہیے بلکہ اس کا املا اسی زبان کے مطابق رکھنا چاہیے جس کا وہ لفظ ہے۔ ورنہ پڑھتے وقت معانی اور شناخت دونوں میں الجھن پیدا ہوگی۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا آخری لفظ فارسی/عربی ہے اس لیے ''ہ'' کو تبدیل نہیں کیا گیا جیسے:

دورویہ۔ سوسالہ۔ چھ ماہہ۔ تین غزلہ۔ دوگانہ۔ چومحلّہ۔ تھکاماندہ وغیرہ درست ہیں۔

11۔ عربی میں کھڑا ''الف'' ''ی'' کے علاوہ دوسرے حرفوں پر بھی آتا ہے مثلاً:
زکوٰۃ اور ''رحمٰن'' میں ''و'' اور ''م'' پر الف آیا ہے۔
ایسے لفظوں کے بارے میں چند ماہرین کا خیال ہے کہ ایسے تمام الفاظ اردو میں ''الف'' سے لکھے جائیں۔ مثلاً ''زکات'' اور ''رحمان'' وغیرہ۔
اس ضمن میں اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ مسلمان، قرآن پاک میں یہ الفاظ جس املا میں پڑھتے ہیں، وہ املا ان کے نزدیک مانوس، مقدس اور قابل احترام ہے۔
اگر ہم اس املا کو تبدیل کر کے لکھیں گے تو یہ صورت ہر مسلمان کے لیے ناقابل قبول ہوگی۔ مثلاً جب ہم

زکوٰۃ کو زکات
صلوٰۃ کو صلات
یٰسین کو یاسین
اسحٰق کو اسحاق
رحمٰن کو رحمان
اسمٰعیل کو اسماعیل
سلیمٰن کو سلیمان
مسمّٰی کو مسما
لقمٰن کو لقمان
عظمٰی کو عظما
یحییٰ کو یحیا وغیرہ

لکھیں گے تو قرآنی املا سے دور ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے بجا فرمایا ہے،
''قرآنی الفاظ قرآن کے رسم الخط اور املا کے مطابق لکھے جائیں اور اسی طرح درست ہیں۔''[1]

1۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اردو املا کے متعلق ہمارا تجربہ، اختتامی خطبہ، سیمینار 25 جون 1985ء، منعقدہ زیر اہتمام مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

انہوں نے ''اردو دائرہ معارف'' میں قرآنی املا ہی برقرار رکھا ہے۔

ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر کسی عام شخص کا نام ہو تو اسے ''الف'' سے لکھنے میں کوئی ''ہرج'' نہیں مثلاً سلیمٰن خان کو ''سلیمان خان'' لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں اللہ اور پیغمبروں کے اسماء کا تعلق ہے وہاں قرآنی املا ہی اختیار کیا جائے۔

12۔ کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے املا میں درستی کا خیال نہیں رکھا جاتا اور اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیئے جاتے ہیں املا کی ایسی اغلاط اخبارات میں عام ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب یا کمپوزر حضرات زبان سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے اور پروف ریڈر حضرات بھی اغلاط دور کرنے میں تساہل برتتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام قارئین میں بھی غلط املا پختہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ملک کی زیادہ آبادی اخبارات یا رسائل تک اپنے مطالعے کو محدود رکھتی ہے۔ علمی و ادبی کتب بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔ اس طرح غلط املا رواج پکڑ جاتا ہے۔ اس غلط املا کو ''غلط العوام'' کہا جاتا ہے جو درست نہیں ہوتا کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس طرح نہیں لکھتے۔ ذیل میں چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

درست املا	غلط املا	درست املا	غلط املا
مسالا	مصالحہ۔ مسالہ	طشت	تشت
تکیہ	تکیا	فاش (غلطی)	فاحش
طوطا/طوطی	توتا/توتی	ہرج (اردو)	حرج (عربی)
اس سے طوطا چشم ہے		(عربی میں ''حرج'' تلفظ ہے اور اردو میں املا کی تبدیلی کے ساتھ تلفظ ''ہرج'' ہے۔ اسی سے ''ہرجانہ'' ''ہرجا خرچا'' وغیرہ استعمال ہوتے ہیں)	
نمبردار	لمبردار	ہندوستان	ہندستان
شادیٔ مرگ	شادی مرگ	قوت لایموت	قوتِ لایموت
خط کتابت	خط و کتابت	معرکہ آرا	معرکۃ الآرا

درست املا	غلط املا	درست املا	غلط املا
ٹھہرنا	ٹھیرنا	خردہ فروش	خوردہ فروش
صافہ	صافا۔صافحہ	برخاست	برخواست
کاٹ چھانٹ	کانٹ چھانٹ	کلہاڑی	کلھاڑی
لوہار	لھار	ساکن	سکنہ
خرد (بین)	خورد (بین)	شفعہ	شفع
تمغا	تمغہ	باہنیں	باہیں
تمغائے بصالت	تمغۂ بصالت	سپیرا	سنپیرا
گزارش	گذارش	سپولیا	سپنولیا
زکریا	ذکریا	بھونچکا	بھوچکا
تریاق	طریاق/تریاک	چوچلا	چونچلا
اسراف	اصراف	مربا	مربہ
ڈھونڈنا	ڈھونڈھنا	ناشتا	ناشتہ
اُسترہ (فارسی)	استرا	کینچلی	کیچلی
بالکل	بل کل	دکان	دوکان
بوالہوس	بل ہوس	مونچھ	موچھ
بوالعجب	بل عجب	پھوپھی	پھوپی
تہس نہس	تحس نحس	پھوپھا	پھوپا
ہونق	حونق	قریب الموت/ قریب مرگ	قریب المرگ
مع	بمع۔معہ۔بمعہ		
برقع	برقعہ	ہیولیٰ	ہیولا
مصرع	مصرعہ	گہما گہمی	گھما گھمی
ام کلثوم	کلثوم	طشتری	تشتری

(عربی میں کلثوم مذکر ہے)

درست املا	غلط املا
عطائی	اتائی
("عطا" کی اسم کیفت ہے۔ یعنی ایسا علم یا شے جو عطا کی گئی ہو۔ اصطلاح میں ایسے حکیم جو باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کرتے بلکہ باپ دادا اور استاد سے نسخے حاصل کر کے حکمت کرتے ہیں۔ "اتائی" کوئی لفظ نہیں۔ چونکہ ہندی میں "ع" اور "ط" نہیں۔ اس لیے ہندی دان طبقہ "اتائی" لکھنے پر مصر ہے)	
کولہو	کولھو
(کول "سنسکرت میں گڑھے کو کہتے ہیں۔ اس سے کولہو بنا ہے) یعنی (کول+ہو)	
قسائی	قصائی
(فرہنگ آصفیہ ص125)	
تنازع	تنازعہ
تمہارا (تم سے بنا ہے)	تمھارا
گداؤں	گداگروں
نقض امن	نقص امن
تقرر (مذکر)	تقرری
برات	بارات
بحر زخار	ذخار
(زخار۔ اُمڈا ہوا)	
طلبہ	طلباء

درست املا	غلط املا
ناتا	ناطہ
قہقہہ (آخر میں دو "ہ" ہیں)	قہقہ
وجیہہ (دو "ہ" ہیں)	وجیہ
وجہ	وجھہ
رضائی	رزائی
یہ	یہہ
دائمی مریض	دائم المریض
تنبیہہ (آخر میں دو "ہ")	تنبیہ
اش اش	عش عش (عشعش عربی میں گھونسلے کو کہتے ہیں)
غلطاں	غلتان
کمہار	کمھار
(سنسکرت میں کم مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سے مٹی کا کام کرنے والا یعنی (کم+ہار) جیسے پالن سے پالن ہار	
مِن وعَن	مِن وعِن رمَن وعَن
گم صم	گم سم
رشتہ ناتا	رشتہ ناطہ
علانیہ	اعلانیہ
تباشیر	طباشیر
غیظ (وغضب)	غیض (وغضب)
(غیظ کا مطلب سخت غصہ ہے)	(غیض کا مطلب کم/تھوڑا ہے)
ازدحام	اژدہام۔ ازدھام

درست املا	غلط املا	درست املا	غلط املا
لیلیٰ	لیلےٰ	مسمّٰی	مسمّے
عیسیٰ	عیسےٰ	موسیٰ	موسے
لال	لعل		(عربی میں "ے" نہیں ہے
(رنگ۔ذات۔بیٹا اور نام)	(قیمتی پتھر کے معنی میں درست ہے)		صرف "ی" ہے)
آزمائش	آزمایش (فارسی)	پیمائش	پیمایش (فارسی)
پیدائش	پیدایش (فارسی)	یہ الفاظ اردو میں قواعد کے لحاظ سے ادا نہیں ہو سکتے	
		کیونکہ "ا" کے بعد "ی" پر ہمیشہ زبر آتا ہے)	
تہران	طہران		
(شہر)	(عربی میں، پاک، صاف)		

غلط العام فصیح

اردو زبان میں داخل دوسری زبانوں کے کئی الفاظ ایسے ہیں جن کا تلفظ اردو میں ہو بہو ادا نہیں کیا جاتا بلکہ اردو کے مزاج کے مطابق اس کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ایسے الفاظ کا اردو میں عام چلن ہو گیا ہے اور ہر خاص و عام نے انہیں اپنا لیا ہے لہٰذا اب ایسے تمام الفاظ کا تلفظ اردو میں فصیح کہلائے گا چاہے وہ اپنی اصل زبان میں کچھ بھی تلفظ رکھتے ہوں۔ اسی طرح تذکیر و تانیث بھی اردو کے مزاج کے مطابق فصیح قرار پائے گی۔ حقیقت میں اب یہ الفاظ اردو ہی کے کہلائیں گے ان کے تلفظ یا تذکیر و تانیث کو اب اردو کے مطابق ادا کرنا درست ہو گا۔

ذیل میں چند الفاظ بطور مثال درج کیے جا رہے ہیں۔

اصل زبان کا لفظ	اردو فصیح تلفظ
بابُر (ترکی)	بابَر
خانُم (ترکی)	خانَم
بیگُم (ترکی)	بیگَم
مَنع (عربی)	مَنَع
صُلح (عربی)	صُلَح
وَجہ (عربی)	وَجَہ
مُنافِع (عربی)	مُنافَع
مَنار / مَنارہ (عربی)	مِینار
سُوال (عربی)	سَوال
سُوار (فارسی)	سَوار
صَدَقہ (عربی)	صَدقہ
رِکاب (عربی)	رَکاب (اسی سے "رکابی" ہے۔)
رَعایا (عربی)	رِعایا

اصل زبان کا لفظ	اردو فصیح تلفظ
شُکوہ (عربی)	شِکوہ
رَمضان (عربی)	رمضان
حَرَکت (عربی)	حَرکت
مُستَقبَل	مُستقبِل
مُبلّغ	مُبلغ
طَبقہ	طَبقہ
غَلَبہ	غَلبہ
نَفَقہ	نُفقہ
وَاسِطہ	وَاسطہ
قِطار	قَطار
موسِم	موسَم
تُوانا (فارسی)	توانا
تُوانائی (فارسی)	توانائی
حِلیہ (عربی)	حُلیہ
چَپقَلَش (ترکی)	چپقلِش
عَجَلَت (عربی)	عُجلت
مانَند (فارسی)	مانِند
وَرَثہ (عربی)	وِرثہ
مُزدُور (فارسی)	مَزدور
مِہار (فارسی)	مَہار
تَشنہ (فارسی)	تِشنہ
مُشتَمَل	مُشتمِل

اصل زبان کا لفظ	اردو فصیح تلفظ
قفلی (فارسی)	قلفی
قُبول (عربی)	قبول
فِرشتہ (فارسی)	فَرشتہ
فَرخندہ (فارسی)	فَرخندہ
مُناسبَت	مُناسبَت (اردو میں چوتھا حرف ساکن ادا کرتے ہیں)
مُقابَلہ (عربی)	مُقابلہ (اردو میں چوتھا حرف ساکن ادا کرتے ہیں)
الحاج (عربی)	حاجی
بُطلان (عربی)	بُطلان (اردو میں دوسرا حرف ساکن ادا کرتے ہیں)
مُشاہَدہ	مُشاہدہ (اردو میں چوتھا حرف ساکن ادا کرتے ہیں)
رِضا (عربی)	رَضا (اسی سے "رضا کار" "رضا مند" ہے)
وَداع (عربی)	وِداع
عِیال (عربی)	عَیال
رَواج (فارسی)	رِواج
خصم (عربی)	خَصم (خاوند)
شِگوفہ (فارسی)	شَگوفہ
اِستِقبال	اِستَقبال
اِستِقلال	اِستَقلال
اِستِصواب	اِستَصواب
اِستِفسار	اِستَفسار
پَرندہ (فارسی)	پرَندہ
تلملانا (ہندی)	تِلمِلانا
جہاز (فارسی)	جَہاز

اصل زبان کا لفظ	اردو فصیح تلفظ
مُشتَمَل (عربی)	مُشتَمِل
شُجاع (عربی)	شُجاع
عَجز (عربی)	عِجز
مَشاعِرہ (عربی)	مُشاعِرہ
مُشاہِرہ (عربی)	مَشاہِرہ
کَنار (فارسی)	کِنارا
رَمَضان (عربی)	رَمضان
قِیامت	قَیامت
قِیام	قَیام

سید سلیمان ندوی، اس ضمن میں فرماتے ہیں "عربی فارسی میں کسی لفظ کی اصلیت کچھ ہو اور اس کا املا بھی کچھ ہو مگر ہماری زبان کے استعمال میں اگر اس کا تلفظ اور املا بدل گیا ہے تو وہی تلفظ اور املا ہماری زبان میں صحیح ہوگا۔"(1)

1۔ بحوالہ "یہ مسائل تلفظ" از ادریس صدیقی" ص۔ 11، اردو اکیڈمی، سندھ کراچی۔ جون 1975ء

غلط العوام

وہ الفاظ، یا تراکیب جنہیں کم علم لوگ یا جہلاء غلط تلفظ یا ردوبدل کے ساتھ بولنا شروع کر دیتے ہیں غلط العلوم کہلاتے ہیں۔ چونکہ صاحب علم اس طرح نہیں بولتے اس لیے عوام کا یہ تلفظ غلط کہلاتا ہے۔ اسے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایسے الفاظ اور تراکیب کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

غلط العوام	درست تلفظ	غلط العوام	درست تلفظ
وِقار	وَقار	دُوم، دُوئیم	دُوم
خَلق	خُلق	سُوم، سُوئیم	سِوُم
جِسامت	جَسامت	نُسب	نَسب
کُثر	کَثر	وَلد	وَلَد
خُلف	خَلف	خلق	خلَق
قُرض	قَرض	فُرض	فَرض
نُقص	نَقص	غُرض	غَرَض
ہَجوم	ہُجوم	مِیلان	مَیلان
طُرف	طَرَف	مَنادی	مُنادی
عُنقا	عَنقا	عَمود	عُمود
قوس وقزح	قوسِ قزح	عَموماً	عُموماً
فَصَل	فَصل	فَضول	فُضول
جُزبُز	جزبز	تواضَع	تواضُع
اِحمد	اَحمد	مِنطق	مَنطِق
مَنطقہ	مِنطقہ	مُسام	مَسام
ہَوِس	ہَوَس	مَعدَن	مَعدِن

غلط العوام	درست تلفظ	غلط العوام	درست تلفظ
رَفاہ	رِفاہ	شَرف	شَرَف
رُجعَت	رَجعت	کِشتی	کَشتی
صِفِت / صِفت	صِفَت	فِضا	فَضا
فِضائیہ	فَضائیہ	جِسارت	جَسارت
حتیُّ الامکان	حتیَّ الامکان	عَیادت	عِیادت
حتیُّ المقدور	حتیَّ المقدور	حتیُّ الوسع	حتیَّ الوسع
بینُ الاقوامی	بینَ الاقوامی	اِقسام	اَقسام
تحتُ الثریٰ	تحتَ الثریٰ	اَحاطہ	اِحاطہ
اَچھوانی	اُچھوانی	حادثہ	حادِثہ
مُمالک	مَمالک	شَعور	شُعور
خِزاں	خَزاں	جَنوب	جُنوب
شُمال	شِمال	دَرود	دُرود
رابطہ	رابِطہ	سَہولت	سُہولت
بَلَد	بَلَد	سَکون	سُکون

متشابہ الفاظ

اردو میں کئی الفاظ ایسے ہیں جن کا تلفظ ایک جیسا ہے مگر املا میں فرق ہے اور کئی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا املا ایک جیسا ہے لیکن تلفظ میں فرق ہے۔ لہذا ایسے الفاظ بولتے اور لکھتے وقت بہت احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ غلط تلفظ یا املا سے جملے کا مطلب یکسر تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے چند الفاظ ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

الفاظ	معانی
بَرّاق	سفید۔ چمکیلا۔ نورانی
بُراق	سواری، مثلاً گھوڑا وغیرہ
اَلف	ہزار
اِلف	حروف تہجی کا پہلا حرف ''ا''
کنور	کان کا ورم
کنور	راجہ کا بیٹا
قَصاص	قصہ لکھنے والا
قِصاص	بدلہ
مُناظر	مناظرہ کرنے والا
مَناظر	منظر کی جمع
شِہاب	شعلہ، روشن ستارہ
شَہاب	سرخ رنگ
مِثل	مانند
مَثل	کہاوت
مِہر	محبت، سورج
مَہر	نکاح کے وقت مرد کے ذمے روپیہ
مُہر	انگوٹھی، اشرفی، چھاپ

الفاظ	معانی
شَفا	گڑھے کا کنارا
شِفا	صحت، تندرستی
فَضا	وسعت، آب و ہوا
فِضا	گندے پانی کا جوہڑ
سِحر	جادو، طلسم
سَحر	صبح
مَصرَف	خرچ، مطلب، کام
مُصرِف	خرچ کرنے والا
مَطلَع	فضا، آسمان، پہلا شعر
مُطلِع	واقف، اطلاع دینا
مُقَرّر	مامور کیا گیا
مُقَرِّر	تقریر کرنے والا
مُقدّم	پہلا، اگلا، برتر
مَقدَم	تشریف آوری، آمد
مُقدِّمہ	دیباچہ، ہراول دستہ
مُقدَّمہ	نالش، دعویٰ
اَقدام	قدم کی جمع
اِقدام	کارروائی
جِد	کوشش
جَد	دادا
قَدر	عزت، اہمیت
قَدَر	تعداد

الفاظ	معانی
بَرّی	خشکی
بَری	آزاد
بَس	کافی
بِس	زہر
عالِم	علم رکھنے والا، صاحب علم
عالَم	دنیا، حالت
مَلِک	بادشاہ
مَلَک	فرشتہ
مِلک	جائداد
مُلک	ریاست، دیس، وطن
مَلِکہ	رانی
مَلَکہ	قابلیت، لیاقت
گِھن	نفرت
گُھن	اناج یا لکڑی کا کیڑا

لہجہ

کسی زبان میں گفتگو کرتے وقت لہجہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ لہجہ ہی ہے جو زبان میں جاذبیت، دلکشی اور حلاوت پیدا کرتا ہے۔ لہجے ہی سے اہل زبان ہونے اور غیر اہل زبان ہونے کا پتا چلتا ہے کوئی شخص زبان کا کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو اور زبان دانی کا کتنا ہی دعویٰ کیوں نہ کرے لیکن کسی غیر اہل زبان کا لہجے پر قادر ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ غیر اہل زبان یا کوئی زبان دان ادائیگی الفاظ پر تو قادر ہو سکتا ہے لیکن لہجہ اس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ لہجے کی چند خصوصیات ملاحظہ ہوں:

1۔ اہل زبان جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کے بولنے کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ کیونکہ کلمات و الفاظ ان کی زبان سے بے ساختہ اور ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی صورت میں نکلتے چلے جاتے ہیں۔ انہیں کسی لفظ کے مترادف یا متضاد، مذکر یا مونث کے لیے رکنا نہیں پڑتا بلکہ یہ سب کچھ ان کے لاشعور میں پہلے سے موجود ہوتا ہے جو بلا کسی رکاوٹ کے ادا ہوتا چلا جاتا ہے۔ گفتگو میں تیز رفتاری کے سبب وہ افعال کی ''ہ'' اکثر حذف کر جاتے ہیں اور جملوں کو تیزی سے مخصوص انداز میں ادا کرتے ہیں لیکن سننے والا حذف شدہ حروف کا اندازہ اس وقت تک نہیں لگا سکتا جب تک وہ بھی اسی تیزی سے بولنے کی صلاحیت کا مالک نہ ہو۔ بلکہ سننے والا تو اہل زبان کی اس غلط ادائیگی کا احاطہ مشکل ہی سے کر سکتا ہے۔ مثلاً:

(الف) اہل زبان جب آپس میں بات کرتے ہیں تو افعال کی ''ہ'' حذف کر جاتے ہیں جیسے:

کہاں جا رہے ہو	کو	کاں جارے او	(تیز گفتاری)
یہاں آؤ	کو	یاں آؤ	(تیز گفتاری)
کون کہہ رہا ہے	کو	کون کے راا ے	(تیزی گفتاری)

(ب) محض لہجے کے اتار چڑھاؤ سے ایک ہی جملے کو سادہ۔ سوالیہ یا نفی کا بنا دیتے ہیں جیسے:

وہ بارش میں بازار گیا (لہجے میں نرمی ادائیگی میں دھیما پن) مثبت جملہ

1- وہ بارش میں بازار گیا؟ (لہجے میں زور اور جملے میں سکتہ) سوالیہ نشان

وہ بارش میں بازار گیا؟

2- وہ ابھی نہیں آیا۔ (مثبت جملہ) نرم لہجہ

وہ ابھی نہیں آیا؟ (سوالیہ جملہ) ''نہیں'' پر زور

3- آیا۔ (نرم لہجہ یعنی میں آتا ہوں)

آیا۔ (تیز لہجہ۔ یعنی تم ابھی تک نہیں آئے)۔

4- بیٹھو، مت جاؤ (بیٹھو کے بعد سکتہ اور ''مت جاؤ'' پر نرمی)

بیٹھو مت، جاؤ (''مت'' کے بعد سکتہ اور ''جاؤ'' پر زور) وغیرہ

غرض کہ اہل زبان کا لہجہ حسن اور حلاوت کا امتزاج ہوتا ہے وہ بولتے وقت سوچتے نہیں بلکہ الفاظ بے ساختہ ان کی زبان سے ادا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی زبان سے ادا ہونے والے گھٹیا قسم کے روزمرہ یا محاورات بھی زبان کی فصاحت کو دوبالا کر دیتے ہیں اور سننے والا منہ بنانے کے بجائے محظوظ ہوتا ہے۔

سابقے اور لاحقے

زبان کی وسعت میں سابقوں اور لاحقوں کی بہت اہمیت ہے۔ان کی وجہ سے بے شمار نئے الفاظ بن جاتے ہیں اور الفاظ و معانی میں تبدیلی آ جاتی ہے۔اردو میں ہندی، فارسی اور عربی کے بے شمار سابقے اور لاحقے مستعمل ہیں۔

سابقے: وہ کلمات ہیں جو کسی لفظ کے شروع میں لگاتے ہیں اور اس طرح ایک نیا لفظ بن جاتا ہے جو معنی کے لحاظ سے پہلے لفظ سے مختلف ہوتا ہے۔لیکن معنوں میں باہم ربط ہوتا ہے۔

لاحقے: وہ کلمات ہیں جو کسی لفظ کے آخیر میں بڑھائے جاتے ہیں اور اس طرح نیا لفظ بنایا جاتا ہے۔مثلاً

سابقہ ''بے'': کار، بس، مروت، وغیرہ سے پہلے لگانے سے، بے کار، بے بس اور بے مروت نئے الفاظ بن گئے۔

اسی طرح لاحقہ ''بان'' گاڑی، در، باغ وغیرہ کے آخر میں بڑھانے سے گاڑی بان، دربان، باغ بان نئے الفاظ بن جاتے ہیں۔سابقوں اور لاحقوں سے الفاظ بنانے میں مکمل آزادی نہیں، یعنی ہم کسی سابقے یا لاحقے کو ہر لفظ سے پہلے یا آخیر میں لگا کر اپنی مرضی سے نیا لفظ نہیں بنا سکتے۔لفظ بنانے کے لیے قواعد اور روزمرہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔اگر کوئی لفظ روزمرہ کے مطابق نہیں بنتا تو وہ غلط ہوگا۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ عربی الفاظ سے پہلے عربی، ہندی الفاظ سے پہلے ہندی اور فارسی الفاظ سے پہلے فارسی، سابقہ لگانا چاہیے۔یہی طریقہ لاحقوں میں ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔

سابقے یا لاحقے کا استعمال اسی وقت درست ہوگا جب ہم لفظ سے سابقہ یا لاحقہ الگ کریں تو اصل لفظ کے معنی برقرار رہیں۔اگر وہ بے معنی ہو گیا تو لاحقہ یا سابقہ درست نہ ہوگا مثلاً: ہم ''خود'' سے خودی یا ''بے'' سے بیل وغیرہ نہیں بنا سکتے کیونکہ خود، اور بے ہٹانے کے بعد باقی ''ی'' اور ''ل'' بچتا ہے جس کے کوئی معنی نہیں۔

اردو زبان کے دیگر اہم اصول

1۔ جب کسی جملے میں متعدد اشیاء یا ناموں کا ذکر ہو تو ہر شے یا نام کے بعد "اور" استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ "اور" آخری شے یا آخری نام کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ مثلاً

1۔ اصغر اور اکبر اور اسلم بازار گئے۔

2۔ وہ کھانے کے لیے روٹی اور ساگ اور گوشت اور مکھن لایا۔

3۔ اس نے لندن اور نیو یارک اور ٹوکیو کی سیر کی۔

مندرجہ بالا تینوں جملے ساخت کے اعتبار سے غلط ہیں۔ یہ جملے اس طرح لکھنے چاہئیں:

1۔ اصغر، اکبر اور اسلم بازار گئے۔

2۔ وہ کھانے کے لیے روٹی، ساگ، گوشت اور مکھن لایا۔

3۔ اس نے لندن، نیو یارک اور ٹوکیو کی سیر کی۔

2۔ امر جمع میں، آئیو، جائیو، کریئو وغیرہ کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ آیئے، جایئے۔ کیجیے لکھنا چاہیے۔

3۔ اسی طرح مضارع میں آوے۔ جاوے۔ کھاوے وغیرہ میں "و" کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ آئے۔ جائے۔ کھائے وغیرہ لکھنا درست ہے۔

4۔ مرکبات میں اگر ایک مذکر ہو اور دوسرا مونث تو فعل آخری لفظ کی مطابقت سے مذکر یا مونث آئے گا۔ مثلاً "آب وہوا" میں "ہوا" مونث ہے اس لیے فعل مونث آئے گا۔ لیکن "نوازش نامہ" میں "نامہ" مذکر ہے۔ اس لیے فعل مذکر آئے گا۔ مثلاً یہاں کی آب وہوا خوشگوار ہے، آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔

5۔ متروک الفاظ اب استعمال نہیں کرنے چاہیں۔ مثلاً کسو۔ کبھو۔ ٹک وغیرہ

6۔ جملے میں ہم معنی زائد الفاظ استعمال کرنا غلط ہے۔ ایک لفظ جو زیادہ مناسب ہو استعمال کرنا چاہیے اور دوسرے الفاظ کاٹ دینے چاہیں۔ مثلاً

1۔ ماہ فروری کا مہینا میں۔ ''ماہ'' یا ''مہینا'' میں سے ایک تحریر کریں۔

2۔ کارِ ثواب کا کام۔ ''کار'' یا ''کام'' میں سے ایک استعمال کریں۔

3۔ نیز مجھے بھی...... ''نیز'' یا ''بھی'' میں سے ایک استعمال کریں۔

4۔ خیریت مطلوب چاہتا ہوں...... ''مطلوب'' یا ''چاہتا'' میں سے ایک لکھیں۔

5۔ اے خدایا...... ''اے'' اور ''یا'' میں سے ایک لکھیں۔

6۔ ساری عمر بھر...... ''ساری'' یا ''بھر'' میں سے ایک لکھیں۔

7۔ نہ۔ سے۔ کے اور نہایت، کے بعد ''ہی'' کا استعمال غلط ہے۔

8۔ جمع الجمع میں اہل زبان کی پیروی ضروری ہے۔ خود جمع الجمع نہیں بنانی چاہیے۔ مثلاً:

لفظ	جمع	جمع الجمع	غلط
وجہ	وجوہ	وجوہات	(وجوہاتوں غلط ہے)
جوہر	جواہر	جواہرات	(جواہراتوں غلط ہے)
خبر	اخبار	اخبارات	
لفظ	الفاظ		(''الفاظوں'' غلط ہے)

9۔ دِنوں کے نام کے ساتھ ''دن'' کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے مثلاً

1۔ میں ہفتے کے دن آؤں گا۔

2۔ میں منگل کے دن آؤں گا۔

4۔ یہ دکان سوموار کے دن کھلے گی۔

کی جگہ

1۔ میں ہفتے کو آؤں گا۔

2۔ میں منگل کو آؤں گا۔

3۔ یہ دکان سوموار کو کھلے گی۔ لکھنا چاہیے۔

10۔ اسی طرح

''یہاں ہی'' اور ''وہاں ہی'' کی جگہ ''یہیں'' اور ''وہیں'' استعمال کرنا چاہیے۔

11- جہاں۔جس۔جن اور یعنی کے بعد "کہ" لانا غلط ہے۔
یعنی جہاں کہ۔جس کہ۔جن کہ۔یعنی کہ۔تراکیب درست نہیں۔

12- اردو میں الفاظ ملا کر لکھنے کا رواج اور چلن بھی ہے۔لیکن اس ضمن میں مقبولیت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔جو الفاظ ملا کر لکھے جا رہے ہیں اگر وہ مقبولیت حاصل کر چکے ہیں تو انہیں ملا کر ہی لکھنا بہتر ہے۔بشرطیکہ ان کے معنی میں فرق نہ آئے۔مثلاً۔حالانکہ۔چونکہ۔کیونکہ۔چنانچہ۔بلکہ وغیرہ ملا کر لکھنا بہتر ہے۔اگر انہیں حالاں کہ۔چوں کہ۔کیوں کہ۔چناں چہ۔بل کہ۔لکھیں گے تو یہ اپنی خوب صورتی کھو بیٹھیں گے اور بھونڈے نظر آئیں گے۔اس لیے جو املا مانوس ہو چکا ہے اسے بدلنا درست نہیں۔

الفاظ ملا کر لکھنے کے شوق میں بہت سے احباب ایسے لفظوں کو بھی ملا کر لکھ دیتے ہیں جن کا چلن نہیں اور جو ملا کر لکھنے سے بدزیب اور عجیب نظر آتے ہیں۔اس لیے دو لفظوں کو ملا کر صرف اسی وقت لکھا جائے جب انہیں قبولیت عام کا درجہ حاصل ہو اور ان کے معنی میں تبدیلی نہ آئے ورنہ الفاظ کو الگ الگ لکھنا بہتر ہے۔جیسے:

غلط املا	درست املا
اسلیے/اسلئے	اس لیے
اس کیلے	اس کے لیے
اسواسطے	اس واسطے
اسطرح	اس طرح
بیوقت	بے وقت
کیواسطے	کے واسطے
کسکیطرح	کس کی طرح
کونہے	کون ہے
اسکیپاس	اس کے پاس
اسکیساتھ	اس کے ساتھ

باورچیخانہ　　　　باورچی خانہ

غسلخانہ　　　　غسل خانہ

13- انگریزی الفاظ کا اردو میں املا تلفظ کے مطابق کرنا بہتر ہے۔ مثلاً

''اسکول'' کے بجائے ''سکول''

''اسٹیشن'' کے بجائے ''سٹیشن''

''اسٹیج'' کے بجائے ''سٹیج''

''گرائمر'' کے بجائے ''گرامر''

''اسٹیشنری'' کے بجائے ''سٹیشنری''

''اسپیشل'' کے بجائے ''سپیشل''

''اسٹاک'' کے بجائے ''سٹاک''

''اسٹاپ'' کے بجائے ''سٹاپ'' بولنا اور لکھنا چاہیے۔

14- کسی فعل یا مرکب لفظ کو دو سطروں میں تقسیم کر کے نہیں لکھنا چاہیے۔ بلکہ اسے ایک ہی سطر میں مکمل کرنا چاہیے۔ افعال یا الفاظ تقسیم کر کے لکھنے سے پہلی نظر میں کچھ اور مطلب بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسے:

1- پہلی سطر...... کیا آپ کا بھائی مر

دوسری سطر = ی چلا گیا ہے......

اس جملے میں مری کو دو سطروں میں تقسیم کر کے ابہام پیدا کر دیا گیا ہے۔ اس جملے کو اس طرح ہونا ہے۔

......کیا آپ کا بھائی مری　=　پہلی سطر

چلا گیا ہے......　=　دوسری سطر

2- وہ دیوانہ　=　پہلی سطر

وار دوڑا چلا آیا......　=　دوسری سطر

اسے اس طرح ہونا چاہیے

......وہ دیوانہ وار = پہلی سطر

دوڑا چلا آیا...... = دوسری سطر

3۔ ......اب آپ جائیں = پہلی سطر

گے نہیں...... = دوسری سطر

اسے اس طرح ہونا چاہیے

''......اب آپ جائیں گے نہیں''

یا

پہلی سطر= ......اب آپ

دوسری سطر= جائیں گے نہیں......

4۔ اگر لکھتے ہوئے کوئی لفظ صفحہ کے آخیر تک آ جائے تو آخیر میں وہ لفظ مکمل لکھیں یا دوسری سطر میں لکھیں۔ آدھا ایک سطر میں اور آدھا دوسری سطر میں نہیں لکھنا چاہیے۔

5۔ عموماً ایسے الفاظ جو بطور صفت استعمال ہوتے ہیں۔ اگر وہ ''ا'' یا ''ہ'' پر ختم ہوں اور ''امالہ'' بھی قبول کرتے ہوں تو وہ مذکر جمع فاعل یا مذکر جمع مفعول کے ساتھ خود بھی جمع میں بدل جاتے ہیں یعنی ان کا آخری حرف ''ے'' میں بدل جاتا ہے۔ مثلاً

واحد=	اچھا لڑکا	اچھا (صفت)	لڑکا (فاعل/مفعول)
جمع =	اچھے لڑکے	اچھے (صفت)	لڑکے (فاعل/مفعول)

جمع کے سبب لڑکا، لڑکے میں اور ''اچھا'' ''اچھے'' میں بدل گیا۔

ایسے فاعل یا مفعول جن کا آخری حرف ''ا'' یا ''ہ'' نہیں ہوتا اور وہ جمع کی صورت میں اپنی شکل تبدیل نہیں کرتے یعنی وہ الفاظ واحد اور جمع ایک ہی طرح رہتے ہیں تو یہ صفاتی الفاظ خود جمع میں بدل کر اپنے فاعل یا مفعول کو جمع بنا دیتے ہیں۔ مثلاً

واحد=	اچھا آدمی	اچھا (صفت)	آدمی (فاعل/مفعول)
جمع =	اچھے آدمی	اچھے (صفت)	آدمی (فاعل/مفعول)

مذکورہ جملوں میں ''آدمی'' تبدیل نہیں ہوا لیکن ''اچھا'' نے ''اچھے'' میں تبدیل ہو کر

جملہ جمع کا بنا دیا۔ اسی طرح دوسری مثالیں دیکھیے:

اونچا درخت	اونچے درخت	موٹا بچہ موٹے بچے
گہرا دوست	گہرے دوست	چمکتا تارا چمکتے تارے
لمبا ہاتھ	لمبے ہاتھ وغیرہ	

یہاں یہ بات ضروری ہے کہ صفاتی الفاظ ''امالہ'' قبول کرتے ہوں۔ اگر ''امالہ'' قبول نہیں کرتے تو الفاظ میں تبدیلی نہیں ہوگی جیسے نابینا۔ دانا۔ عمدہ وغیرہ

اب مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے۔

1۔ واحد= وہ لمبا بچہ ہے اور وہ اونچا درخت ہے
جمع = وہ لمبے بچے ہیں اور وہ اونچے درخت ہیں

2۔ واحد= لمبا بچہ اونچے درخت پر چڑھ گیا (یہاں ''اونچے'' حرف جار ''پر'' کے سبب آیا)
جمع = لمبے بچے اونچے درختوں پر چڑھ گئے (تمام صفاتی الفاظ جمع میں بدل گئے)

3۔ واحد= گندا بچہ اچھا نہیں ہوتا/گندا بچہ اچھا نہیں لگتا۔
جمع = گندے بچے اچھے نہیں ہوتے/گندے بچے اچھے نہیں لگتے

4۔ واحد= وہ لڑکا اچھا ہے
جمع = وہ لڑکے اچھے ہیں

مندرجہ بالا جملوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت میں یہ تبدیلی اس وقت ہوتی ہے جب جملے میں (i) مفعول موجود ہو جیسا کہ جملہ نمبر 1 اور نمبر 2 (ii) جب جملہ فعل ''ہونا'' یا ''لگنا'' پر ختم ہوتا ہو جیسا کہ جملہ نمبر 3 (iii) جب جملہ فعل ناقص پر ختم ہو جیسا کہ جملہ نمبر 4

اگر جملے میں مذکورہ بالا تینوں صورتیں نہ ہوں۔ یعنی مفعول نہ ہو، فعل ناقص نہ ہو اور فعل ''ہونا یا لگنا'' نہ ہو تو صفاتی الفاظ ہمیشہ مذکر آتے ہیں چاہے جملہ جمع ہی کا کیوں نہ

ہو۔ مثلاً

1۔ یہ تمام لڑکے اچھا لکھتے ہیں (''لڑکے'' اور ''لکھتے'' جمع میں بدل گئے مگر ''اچھا'' نہیں بدلا۔)

2۔ بہت سے لوگ اونچا سنتے ہیں۔ ''اونچا'' تبدیل نہیں ہوا جب کہ جملہ جمع کا ہے)

3۔ کچھ پرندے اونچا اڑتے ہیں۔ ''اونچا'' تبدیل نہیں ہوا جب کہ جملہ جمع کا ہے)

4۔ تمام ملازم اچھا کام کرتے ہیں۔ ''اچھا'' تبدیل نہیں ہوا۔ جب کہ جملہ جمع کا ہے۔)

5۔ برے لوگ ہمیشہ برا سوچتے ہیں۔ ''برا'' تبدیل نہیں ہوا۔ جب کہ جملہ جمع کا ہے۔)

6۔ ہم تو جو کچا پکا ملے کھالیتے ہیں۔ ''کچا پکا'' تبدیل نہیں ہوا۔ جب کہ جملہ جمع کا ہے۔)

بعض افراد ''لیا'' ''دے دیا'' اور ''گیا'' کے ساتھ فعل میں ''ہوا'' کا استعمال کرتے ہیں جو قطعی غلط ہے۔ جیسے:

1۔ میں نے کام کرلیا ہوا ہے۔

2۔ میں نے تو کھانا کھالیا ہوا تھا۔

3۔ اس نے مجھے سب کچھ دے دیا ہوا تھا۔

4۔ آپ نے تو اپنا مقصد پالیا ہوا ہے۔

5۔ وہ اپنا کام کر گیا ہوا ہے وغیرہ

جب کہ درست جملے بغیر ''ہوا'' کے ہیں یعنی:

1۔ میں نے کام کرلیا ہے۔

2۔ میں نے تو کھانا کھالیا تھا۔

3۔ اس نے مجھے سب کچھ دے دیا تھا۔

4۔ آپ نے تو اپنا مقصد پا لیا ہے۔

5۔ وہ اپنا کام کر گیا ہے وغیرہ

7۔ کے باہر: عام طور پر گھر کے دروازے کے سامنے کی جگہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً (1) وہ گھر کے باہر کھڑا ہے (2) آپ کے گھر کے باہر گندگی کا ڈھیر ہے۔

سے باہر: اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی گھر سے باہر کہیں دور ہو۔ مثلاً (1) وہ اکثر گھر سے باہر رہتا ہے۔ (2) ہم چھٹی کا دن گھر سے باہر گزارتے ہیں۔

8۔ سینکنا: اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو جسم سے ملا کر حرارت حاصل کی جائے مثلاً: (1) کپڑا گرم کرکے کندھا سینک لو (2) بوتل سے کمر سینک لو

تاپنا: جب جسم کو حرارت ذرا فاصلے سے پہنچائی جائے۔ مثلاً
(1) آگ تاپ لو (2) ہاتھ تاپ لو

اہلِ زبان کی نجی اور گھریلو بولی

یہ ایسے کلمات، روزمرہ، محاورات اور کنائے ہوتے ہیں جو عام طور پر گھریلو اور نجی گفتگو تک محدود رہتے ہیں۔ ادبِ عالیہ میں ایسی زبان نظر نہیں آتی، سوائے ڈراموں یا افسانوں کے ان مخصوص مکالموں میں کہیں کہیں نظر آ جاتی ہے جہاں قطعی طور پر آپس کی بے تکلف گفتگو مقصود ہوتی ہے۔ اس قسم کی بول چال عامیانہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ اَن پڑھ اور صاحبِ علم سب بولتے ہیں مگر مخصوص ماحول میں جو اکثر نجی محفلوں تک محدود ہوتی ہے۔ اس لیے اس قسم کی بول چال کو نجی یا گھریلو زبان ہی کہا جا سکتا ہے۔ ایسے افراد جو کتابوں کے ذریعے زبان سیکھتے ہیں، عموماً اس قسم کی بول چال سے بے خبر رہتے ہیں۔ مخصوص کلمات، روزمرہ، محاورات وغیرہ جو اکثر سننے میں آتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

بھئی، آماں، ابے	بے تکلف اور احباب کو متوجہ کرنے کے لیے بولتے ہیں۔
ارے، (تیزی سے)	حیرت کے موقع پر بولتے ہیں۔
ہیں (کھینچ کر)	حیرت یا استفہام کے لیے بولتے ہیں۔
ایں،	" " "
اوں ہوں (کھینچ کر)	کسی کام سے منع کرنے کے موقع پر بولتے ہیں۔
آں ہاں	" " "
اجی، ایں جی	عموماً، بیوی، شوہر کو متوجہ کرنے کے لیے بولتی ہے
چچ، چچ (مخصوص آواز میں)	افسوس کا کلمہ
وائے، اوہو	" "
اے ہے	کسی کے فخر کرنے پر طنزیہ کلمہ
وارے، (رے کو کھینچ کر)	" " "
ہاہا، (پہلی "ہا" تیزی سے اور دوسری کھینچ کر)	کلمۂ تاسف
ہوں، (زیادہ کھینچ کر)	تعریف کرنے یا کسی کی چھپی بات ظاہر ہونے پر بولتے ہیں

ہوتے ساتے، ہوتے ہواتے	(کسی کی) موجودگی میں
اے ہاں	بھولی بات یا چیز یاد آنے پر، کسی کو مخاطب کرتے وقت، لو دیکھو
آتی پاتی	بچوں کا کھیل جس میں بچے ٹاس کرتے ہیں۔
مُم	شیر خوار یا چھوٹے بچوں سے "پانی" کے لیے بولتے ہیں۔
چھچھی، پوٹی	چھوٹے بچوں کے پاخانے کے لیے
پشی	چھوٹے بچوں کے پیشاب کے لیے
چھی چھی	بچوں کو کسی بری چیز یا بری بات سے روکنے کے لیے بولتے ہیں
نَنی (نیند)	بچوں کے "سونے" کے لیے بولتے ہیں
چخے	دور ہو جا، چل ہٹ، کے معنوں میں بولتے ہیں
کَنے	پاس کے لیے بولتے ہیں
نوج	خدانخواستہ، نہ، نہیں یا نفرت کے اظہار کے لیے
تُرت	فوراً، اُسی وقت
پوچھن	ایسا کپڑا جس سے نجاست صاف کرتے ہیں
گیدی	بے وقوف، بزدل، بے عزت شخص کے لیے بولتے ہیں
بھڑوا	عورتوں کی کمائی کھانے والا دلال، کے لیے بولتے ہیں
گیا گزرا	ناکارہ، خراب
نگوڑا	نکما، ناکارہ، نالائق، کم بخت
ٹھیرذرا (زور دے کر)	کسی کی شرارت پر اسے ڈانٹنا
مٹک لے	اٹھکیلیاں کرنے پر کہتے ہیں
لفنگا کہیں کا	آوارہ، بدمعاش کے لیے کہتے ہیں
دیدے پھوٹی	ایسی عورت کو کہتے ہیں جو کام کاج کرتے وقت بے پروائی کا مظاہرہ کرے اور چیزوں کا نقصان کرے
کھسک لے، سرک لے	کسی کو خاموشی سے بھاگ جانے کے لیے کہتے ہیں

گول ہو جا	چھپ جا، بھاگ جا، روپوش ہو جا
جھاڑو پھری	بدقسمت، برباد (نفرت کے اظہار کے لیے کہتے ہیں)
نک چڑھی	لاڈ پیار سے بگڑی ہوئی، خودسر
ٹھور لے/ ڈکوس لے	اور کھالے (طنز وحقارت کا جملہ)
میری جانے جوتی	مجھے کوئی پروا نہیں
اینڈنا	بے کار پڑے رہنا، کوئی کام کاج نہ کرنا اور بستر پر آرام کرتے رہنا
پیٹ کا ہلکا	جو راز پوشیدہ نہ رکھ سکے
خون کا ہلکا	جسے نظر بد یا کوئی سی بھی بیماری آسانی سے لگ جائے
کانوں کا کچا	ہر سنی ہوئی بات پر یقین کر لینے والا
الٹی کھوپڑی	ہر بات کا غلط مطلب لینے والا، بددماغ
تیرا ستیاناس ہو	(کوسنا) تُو برباد ہو
جب دیکھو منہ چلتا رہتا ہے	ہر وقت کھاتے رہنا
چٹورا	بازاری چیزیں کھانے کا شوقین
ٹٹ پونجیا	تھوڑے سرمائے والے ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو کوئی اہمیت نہ رکھتا ہے۔
نٹ کھٹ	شرارتی، چلبلا
کورا گھڑا	جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے
چنڈال	کمینہ، ضدی
جُھبری	جس عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں، پاگل سی، جو بناؤ سنگار نہ کرے
بُوچی	کن کٹی، ننگے کان والی یا بے شرم عورت
چُندھی	جسے کم نظر آئے (طنزیہ)
چٹخارے لینا	چٹ پٹی چیزیں کھا کر مزہ لینا

سانڈ کا سانڈ	طنزیہ طور پر ایسے شخص کو کہتے ہیں جو صحت مند ہو اور کام کچھ نہ کرے
اُول جُلول	بے ربط، پھوہڑ، بے ڈھنگا
جُھلنگا	ڈھیلی چار پائی
تھوبڑا	بدوضع یا اداس چہرہ
بڑبولا	باتونی، شیخی خور
جھینکنا	کوئی بات کہتے کہتے عاجز آ جانا
سِنکنا	ناک کی رطوبت باہر نکال دینا
سُڑکنا	ناک کی رطوبت اندر لے جانا
کُٹی	جانوروں کے لیے گنڈاسے یا مشین سے کٹا ہوا چارا
تِلّے دانی	سوئی دھاگا وغیرہ رکھنے کے لیے بٹوا نما کپڑے کی تھیلی
خالی کا مہینا	ذیقعدہ
تیرا تیزی کا مہینا	صفر
ٹُنگنا	دانتوں سے بیجوں کے چھلکے اتارنا
ٹُنگی لگانا	ڈور کو دانتوں سے گہرا نشان لگا دینا (تا کہ ڈور ٹوٹ جائے)
ڈھیرنا	بھینگی نظروں سے دیکھنا
کُھٹیا	چھوٹی چار پائی
گوٹ	کپڑا یا گوٹا جو لحاف کے چاروں طرف لگاتے ہیں
جُھڑوس	بدشکل، ناگوار صورت شخص
خُشکا	وہ آٹا جو روٹی پکاتے وقت پیڑے پر لگاتے ہیں
اُلکسانا	کاہلی اور سستی کا اظہار کرنا
تاں	چھوٹے بچوں سے چھپ کر پھر سامنے آ کر بولتے ہیں
اُلکھنا	بچے یا کھانے کے اوپر سے گزر جانا (جو برا سمجھا جاتا ہے)

لنڈوری فاختہ — اکیلی عورت کے لیے بولتے ہیں (نفرت کے طور پر)

موٹی جوں — ٹھگنی، موٹی بھدی عورت کے لیے بولتے ہیں

پٹاخہ — باتونی، حاضر جواب (عورت)

موم کی مریم — نازک (عورت)

پھلجھڑی — خوش مزاج، ہنسنے ہنسانے والی

جھاڑو پھرے — برباد ہوجائے

بھاڑ میں جائے — 〃 〃

اچھال چھکا — باہر پھرنے والی، آوارہ، جو ہر کام بے قاعدگی سے کرے

چھِنال — بدکار (عورت)

بُرکنا — کسی چیز پر نمک یا سفوف وغیرہ کا چھڑکنا

کیوٹی دال پکانا — چند دالیں ملا کر پکانا

منگوچی — مونگ کی دال کے کوفتے

اُکل کُھرا — مردم بیزار

بساند/بسیند — گوشت کی بدبُو

سڑاند/سڑیند — سڑنے کی بُو

کھراند/کھریند — پیشاب کی بُو

چراند/چڑیند — جلنے کی بُو

اُترن — پرانے اُترے ہوئے کپڑے

کُترن، چھانٹن — نئے کپڑے کا کٹا ہوا ٹکڑا

جُھوٹن — کھانے کے بعد بچا ہوا کھانا

چُوچلا — لاڈ، پیار

کُٹّی ہونا/کرنا — بچوں کی آپس میں بول چال بند ہوجانا

بھانجی مارنا — کسی کام میں رکاوٹ ڈالنا

Scanned with CamScanner

کنی رہ جانا	چاول کچے رہ جانا
روں روں کرنا	بچوں کا رونا
پٹر پٹر دیکھنا	ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، حیرت سے دیکھنا
کھٹیا پکڑ لینا	دائمی مریض ہونا
کیا دھرا ہونا	ذمے دار ہونا
لگ کے کرنا	مستقل مزاجی سے کرنا
لیپا پوتی کرنا	خوشامد کرنا
منہ سے پھوٹنا	خاموش شخص کو بولنے کے لیے کہنا
ڈورے ڈالنا	خوشامد یا دھوکے سے رجھانے کی کوشش کرنا
سِٹّی گم ہونا	حواس باختہ ہونا
کنّی کترانا	نظر بچا کر کسی طرف کھسک جانا

ڈاکٹر محمد آفتاب ثاقب کی کتاب ''اردو قواعد و املا کے بنیادی اصول'' یقیناً ایک اچھا اور قابلِ قدر کام ہے۔ اس سے تمام اہلِ قلم استفادہ کر سکتے ہیں۔

افتخار عارف

ڈاکٹر آفتاب عرصہ بیس سال سے نیشنل انسٹی ٹیوٹ میں غیر ملکی طلبہ کو اردو پڑھا رہے ہیں۔ دورانِ تدریس میں انہیں جن لسانی مسائل کا سامنا کرنا پڑا، ان کا جواب انہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے تلاش کیا اور مختلف لسانی موضوعات پر متعدد مقالے تحریر کیے۔ موجودہ دور میں اردو قواعد اور لسانی مسائل پر معیاری کام کی شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ بعض اوقات تو یوں لگتا ہے کہ ہمارے علمائے لسانیات ان موضوعات کو بھلا ہی بیٹھے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ڈاکٹر آفتاب ثاقب نے بڑی تحقیق کے بعد بے حد اہم لسانی مسائل، خصوصاً قواعد اور املا پر توجہ کی ہے۔ زبان کا مطالعہ کرنے والوں کو اس کتاب میں زبان شناسی کی نئی جہتیں نظر آئیں گی۔

ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی

''اردو قواعد و املا کے بنیادی اصول'' اردو زبان کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے طالب علم، استاد، ادیب، صحافی، غرض ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر آفتاب ثاقب کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت اور ان کی محققانہ کاوش کی بہترین آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین